قرآنِ مُبین

۱۸ (18)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مُبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی ۔ اے آنرز ۔ ایم ۔ اے، پی ایچ ۔ ڈی

"شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا" من علماء الازہر

مترجم اصولِ کافی در انگریزی مطبوعہ ایران و پاکستان

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان ۔ پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ـــــ 'میزان فاؤنڈیشن' ـــــ 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

① ـــــ آسان ترین واضح اردو ترجمہ ۔ روزمرّہ کی بول چال کی زبان میں ۔

② ـــــ بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت ۔

③ ـــــ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق ۔

④ ـــــ احادیث رسولؐ وائمہؑ معصومین کے مکمل حوالوں کے ساتھ ۔

⑤ ـــــ ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے ۔

⑥ ـــــ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو ۔

⑦ ـــــ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں ۔

⑧ ـــــ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے ۔ صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے ۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا ۔ (انشاءاللہ)

⑨ ـــــ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں ۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے ۔

⑩ ـــــ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے ۔

www.drhasanrizvi.org

اِشاریہ پارہ نمبر ۱۸ "قَدْ اَفْلَحَ"

سورۂ المؤمنون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مومنین کی صفات کا بھرپُور تعارف	۱۲۰۵
۲	تخلیقِ انسانی کا بیان اور آخرت پر دلیل	۱۲۰۸
۳	پانی، بارش، پھل، زیتون اور دُودھ کے فوائد اور قصۂ نوحؑ اور قصۂ دُوسری قوموں کا (خدا کی قدرت کے عجائبات اور معرفت خداوندی)	۱۲۱۰
۴	حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا قصہ اور اُن کا پیغام	۱۲۲۰
۵	غفلت اور فرقہ بندیوں کا انجام اور خدا کا قانونِ استدراج	۱۲۲۲
۶	حقیقی کامیابی حاصل کرنے والوں کی سات نشانیاں اور صفات	۱۲۲۳
۷	کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی	۱۲۲۴
۸	لوگوں کی اصل خرابی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کا انجام	۱۲۲۶
۹	خدا کے خاص احسانات اور لوگوں کا کُفرانِ نعمت	۱۲۲۸
۱۰	توحید پر استدلال، شرک کی رد اور معرفتِ خداوندی	۱۲۳۸، ۱۲۳۲، ۱۲۲۸
۱۱	بُرائی سے بچنے کا طریقۂ کار اور کافر کی موت کا نقشہ	۱۲۳۴
۱۲	اَبدی کامیابی اور ناکامی کا آخری حقیقی معیار اور اس کے نتائج	۱۲۳۵
۱۳	مومنین کی پہچان، مقام اور اُن کی توہین کا انجام	۱۲۳۷
۱۴	وقت کا دھوکہ اور دُنیا کی زندگی کی حقیقی عمر یا مدّت	۱۲۳۸
۱۵	مومنین کی بہترین دعا اور ہر کام کے اختتام کا طریقۂ کار	۱۲۴۰

سورۂ النور

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	زناکار مرد اور عورت کی سزا	۱۲۴۱
۲	عورتوں پر تہمت لگانے کی سخت مذمت اور سزا	۱۲۴۲

www.drhasanrizvi.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳	حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کا قصہ ۔ واقعۂ افک	۱۲۴۵
۴	پاک اور ناپاک مرد اور عورتوں کا پاک اور ناپاک باتوں سے تعلق اور گھروں میں داخل ہونے کے آداب	۱۲۵۱
۵	پردے کا حکم اور غیر شادی شدہ عورتوں کی شادی کا حکم اور بدکاریوں سے بچنے کا طریقۂ کار۔	۱۲۵۳
۶	معاہدہ کے ذریعہ غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم	۱۲۵۶
۷	خدا کے نور کی مثال۔ وہ گھر اور گھر والے جن کی عزت اور محبّت واجب ہے	۱۲۵۹
۸	منکرین حق کے بظاہر اچھے کاموں کی دو مثالیں ۔ ایمان کی اہمیت	۱۲۶۱
۹	پرندوں کی نماز اور تسبیح اور خدا کی قدرت و رحمت کی نشانیاں	۱۲۶۳
۱۰	ایمان کا معیار	۱۲۶۵
۱۱	منافقین کا طرزِ عمل	۱۲۶۷
۱۲	رسولؐ کی ذمّہ داری کی حد	۱۲۶۸
۱۳	خدا کا وعدۂ خلافت اور امام مہدیؑ کا ذکر	۱۲۶۹
۱۴	اللہ کی رحمتوں کے حصول کا طریقہ	۱۲۷۰
۱۵	لوگوں کے تخلیہ کے اوقات	۱۲۷۱
۱۶	بوڑھیوں کے پردے اور اندھے لنگڑے مریضوں کے ساتھ کھانا کھانے کے احکامات۔	۱۲۷۳
۱۷	اجتماعی بھلائی کے کاموں کی اہمیت اور ایسے موقعوں پر بلا اجازت گھر چلے جانے کی ممانعت	۱۲۷۵
۱۸	رسولؐ کو ادب سے پکارنے کا حکم اور رسولؐ کی مخالفت کا انجام	۱۲۷۶

سورہ الفرقان

۱	قرآن کا تعارف اور معرفتِ خداوندی	۱۲۷۸
۲	مشرکین، منکرینِ رسولؐ اور آخرت کے اُلٹے سیدھے مطالبات اور اُن کا بُرا انجام	۱۲۷۹

www.drhasanrizvi.org

آیات ۱۱۸ سورۂ مومنون مکّی رکوعات ۶

(مومنین کا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو
سب کو فیض پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
حقیقت یہ ہے کہ اَبدی حقیقتوں کو دل سے
ماننے والے مومنین نے دُنیا اور آخرت کی فلاح[1]
(یعنی) مکمّل، بھرپُور، اَبدی اور حقیقی کامیابی
اور ہر طرح کی بھلائی حاصل کر لی ① (وہ مومنین
جو[1] اپنی نماز میں خشوع سے پیش آتے ہیں (یعنی
خدا کی عظمت و جلال سے مرعُوب ہو کر، دِلی اور
جسمانی طور پر اِنتہائی عاجزی اور اِنکساری کے
ساتھ، خدا کے سامنے دَب کر جُھکے رہنے والے ہیں[2] ②

آیاتہا ۱۱۸ (۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ①
الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ ②

---

۱ عربی میں "فلاح" بہت وسیع معنی میں آتا ہے۔ یہ لفظ دنیا اور آخرت کی تمام خوبیوں پر صادق آتا ہے۔ اردو میں "کامیاب" "یا" بامراد" اس لفظ کا حق ادا نہیں کرتے۔ امامِ لغت زبیدی نے لکھا کہ "ادبائے عرب کا اتفاق ہے کہ کلامِ عرب میں جامعیتِ خیر کے لئے فلاح سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں" (تاج)

***

۲ 'خشوع' کی حقیقت سکون ہے یعنی دل سے تمام خیالات نکال کر خدا کی طرف حاضر کرے (جصاص) اور اعضاء کو بے کار حرکت نہ دے یہ نماز کی قبولیت کی شرط ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ کے سلسلے سے پیغمبر اسلامؐ سے روایت فرمائی کہ "تم پر نماز میں خشوع لازم ہے کیونکہ اِس کو خدا نے مومنین کی صفت قرار دیا ہے۔ پھر اِسی آیت کی تلاوت فرمائی"۔ خشوع کا مطلب "ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے صرف نماز کی طرف متوجہ ہونا ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۱ بحوالہ تفسیر قمی)

***

اور جو[۲] گندی، بے ہودہ، بے کار باتوں[۱] سے مُنہ پھیر
لینے والے ہیں ۳ اور جو[۳] پابندی سے زکوٰۃ ادا کرنے
والے ہیں (یا) جو (اپنا) تزکیہ[۴] کرنے والے ہیں ۴
اور جو[۵] اپنے جسم کے قابلِ شرم حِصّوں کو چھپا کر
اپنی عِفّت کی حفاظت کرنے والے ہیں (یا) جو خود
کو جنسی بدکاری یا زناکاری سے بچا کر رکھنے والے
ہیں ۵ سوائے اپنی بیویوں[۲] اور اُن کنیزوں کے
جو اُن کی (جائز) مِلکیت ہوں۔ پس (اُن کے ساتھ
جنسی عمل کرنے میں) وہ قابلِ ملامت یا لائقِ مذمّت
نہیں ۶ پھر جس کسی نے (جنسی خواہش کی تسکین
کے لئے) اِس کے سِوا کوئی اور طریقہ تلاش کیا (یا)
اِس کے علاوہ کچھ اور چاہا، تو وہی لوگ حد سے
بڑھ کر زیادتی کرنے والے ہیں[۳] ۷ اور وہ (مومنین)

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۳
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۴
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۵
اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۶
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۷

---

۱ - لغو - یعنی بے ہودہ، بے کار لاحاصل کام جن میں گانا بجانا بھی شامل ہیں (تفسیر علی ابن ابراہیم)

اصل بات یہ ہے کہ بقول امام محمد باقرؑ زندگی بڑی قیمتی سنجیدہ اور اہم حقیقت ہے اِس کو لاحاصل غیر مفید کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے البتہ جائز سیر و تفریح جو صحتِ جسم و عقل کے لئے ضروری ہو لغو میں شامل نہیں۔

***

۲ - ازواج، یعنی بیویوں کا لفظ عام ہے - اس میں دائمی عقد والی بیویاں جسے عام طور پر نکاح کہا جاتا ہے بھی شامل ہیں اور عارضی نکاح والی بیویاں یعنی متعہ والی بیویاں بھی شامل ہیں - یہ نتیجہ نکالنا کہ اِس آیت سے متعہ حرام ہو گیا غیر منطقی ہے -

***

۳ - جنسی خواہش دوسری خواہشوں کی طرح ہے - اس کو پورا کرنا گناہ نہیں ہوتا - اصل برائی اس کو بے محل اور ناجائز طریقوں سے پورا کرنے میں ہوتی ہے - زناکاری اور شہوت رانی کی جتنی بھی غیر فطری اور ناجائز صورتیں ممکن ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں -

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

جو [٦] اپنی اَمانتوں، اَپنے معاہدوں یا اَپنے عہد و
پیمان[١] کا پُورا پُورا لحاظ رکھنے والے ہیں ⑧ اور
اَپنی [٧] نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی)
تمام نمازوں کو اُن کے صحیح اَوقات میں تمام ارکان
اور اجزائے نماز کے ساتھ، پُوری طہارت، توجّہ
اور سکُونِ قلب کے ساتھ اَدا کرتے ہیں[٢] ⑨ (تو
بس) یہی لوگ (جنّت کے) وہ وارث و مالک اور
قابض ہیں ⑩ جو میراث میں "فردوسِ بریں[٣]" (یعنی)
پھُولوں اور پھلوں سے لَدے ہوئے ایک دُوسرے
سے مِلے جُلے، کئی کئی گلُشن در گلُشن، چمن در چمن
پائیں گے، جِن کے گِرداگِرد اُونچی دیواریں کھِنچی
ہوں گی اور وہ اُن کے محلّات سے بھی ملے ہوئے
ہوں گے، اور وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ⑪

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

ف ١ عہد کے تحت حقوق اللہ بھی آگئے اور حقوق الناس بھی - معاملات اور عبادات کے سارے عہد اس میں شامل ہیں (ماجدی)

***

ف ٢ مومنین کی صفاتِ حسنہ کے ذکر کا آغاز بھی نماز سے کیا اور اختتام بھی نماز پر ہوا اس سے نماز کی اہمیت واضح ہو گئی-

یہاں مومنین کے اوصاف اور اعمال صالحہ کی تفصیل بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہوئی - حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں کا بھرپور بیان ہوا - اوامر کے ساتھ نواہی کی پابندی کی تعلیم دی گئی نماز اللہ کے حقوق کی نمائندہ ہے اور زکوٰۃ اور امانتداری اور غرباء پروری حقوق العباد کے ترجمان ہیں - پوشیدہ جنسی اعضاء کی حفاظت زناکاری سے روکنا ہے - پھر صرف بیویوں کا استثناء ہر قسم کی جنسی بے راہ روی اور غیر فطری، مضر اور فحش کاموں سے بچانے کے مترادف ہے- (ملخص از فصل الخطاب)

***

ف ٣ فردوس جنت کے درمیان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے - جن مومنین میں اِن صفات کی کمی ہو گی اُن کے لئے جنت ہو گی

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾

ہم نے اِنسان کو مٹّی کے خلاصہ' جوہر' یا نچوڑ (اَیسَینس) سے بنایا[1] (۱۲) پھر اُسے نُطفہ (یعنی ٹپکا ہوا قطرہ قرار دے کر ایک محفوظ جگہ میں رکھّا (یا) پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں نُطفہ قرار دے دیا (۱۳) پھر ہم نے اُسے جَمے ہوئے خُون کا لوتھڑا بنا دیا۔ پھر اُس لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر بوٹی کی ہڈّیاں بنائیں۔ پھر ہڈّیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر اُسے ایک بالکل ہی دُوسری مخلوق بنا کر کھڑا کر دیا[2] (یعنی پھر اُسے ایک سمیع و بصیر' دانا و بینا' صاحبِ فہم و فراست' صاحبِ اِختیار اور عظیم صلاحیّتوں کا مالک اِنسان جیسی عظیم مخلوق بنا دیا) کیسی بڑی شان اور برکتوں والا ہے اللہ! جو سب پیدا

[1] غذائے انسانی کا مٹی سے پیدا ہونا ظاہر ہے اور غذائے حیوانی کا آخری ماخذ بھی مٹی میں ہے۔

***

[2] بالکل ہی دوسری مخلوق (خلقاً آخر) ہی وہ چیز ہے جہاں تک ڈارون غریب کی نظر نہ پہنچ سکی۔ وہ انسان کو صرف ترقی یافتہ حیوان ہی سمجھتا رہا' روح انسانی کو نہ سمجھ سکا۔

سلسلۂ تخلیق کے اس بیان میں آدمؑ اور اولاد آدمؑ دونوں کو سمو دیا گیا ہے پہلے یہ کہا کہ مٹی کے نچوڑ سے پیدا کیا تو یہ ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تخلیق کا بیان ہے (جلالین)

اس کے بعد کی منزلیں نسل آدم کے ہر فرد کی تخلیق کا بیان ہے (تبیان)

اور احسن الخالقین یعنی "سب پیدا کرنے والوں سے بہترین پیدا کرنے والا" کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ (۱) انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ایسا نقش اکمل جس پر نقاش ازل کو بھی ناز ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نمونہ ہم جیسے گناہگار انسان تو نہیں ہو سکتے جو بعض اوقات جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس اشرفیت کا نمونہ وہی کامل افراد ہو سکتے ہیں جو ہر

باقی اگلے صفحہ پر

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾
وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ
غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾

کرنے والوں سے بہترین پیدا کرنے والا سب
کاریگروں سے اچھا کاریگر ہے[1]! ⑭ پھر اس کے
بعد تم ضرور مرنے والے ہو ⑮ پھر تم قیامت
کے دن از سرِ نو ضرور اٹھائے جاؤ گے ⑯
اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستوں[2] والے
طبق یا آسمان بنائے۔ غرض ہم پیدا کرنے (کے
کسی طریقے) سے غافل یا ناواقف نہیں (اس
لئے قیامت میں تم کو دوبارہ پیدا کر دینا ہمارے
لئے کوئی بڑی بات نہیں) (یا) ہم اپنی مخلوق
سے غافل اور بے خبر نہیں (یعنی ہم اُن کی
پوری پوری خبرگیری کرتے ہیں اور اُن کو بھولتے
نہیں۔ اس لئے ہم ضرور اُن کو اپنے پاس بُلا کر
اُن کا حساب لیں گے، اور اُن کے طرزِ عمل کے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

حیثیت سے خالق کا بلند ترین شاہکار ثابت ہوتے ہیں۔ (۲) دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ خلق کرنے کی صفت کسی نہ کسی درجہ تک اللہ کی عطاء سے دوسروں کے لئے بھی ثابت ہے (تبیان)

اس کی مثالیں قرآن سے بھی ملتی ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ کہ انسان کسی درجہ میں بھی یہاں تک کہ خود اپنے افعال کا بھی خالق نہیں قرآن کے خلاف ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[1] حضرت امام رضا نے فرمایا کہ اس آیت میں خود خدا نے خبر دی ہے کہ اس کے بندوں میں بھی خالق ہو سکتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کے لئے خود خدا نے فرمایا کہ انہوں نے خدا کے حکم سے گندھی ہوئی مٹی سے پرندہ کی صورت پیدا کر دی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۲ بحوالہ التوحید) ***

[2] پرانے زمانے کے مفسرین کے نزدیک یہ راستے صرف فرشتوں ہی کے لئے تھے۔ (جلالین۔ تبیان اور تفسیر علی ابن ابراہیم)

لیکن قرآن تو انسانوں کے لئے اترا ہے تو یہ آیت ہمارے زمانے کے فضائی رہ نوردوں کی رہ نمائی بھی کر رہی ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

لحاظ سے اُن کو اَبدی زندگی عطا کرنا نہیں
بھولیں گے) ⑰ اور ہم نے آسمان سے ٹھیک
ٹھیک اَندازے کے ساتھ، خاص مِقداریں پانی
اُتارا، اور اُس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔ جَب کہ
یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم اُسے بہا لے جانے یا
کِسی طرح سے بھی غائب کرِ دینے پر بھی پُوری
قدرت رکھتے ہیں[1] ⑱ پھر اِسی (پانی) کے ذریعہ
تمھارے لئے کھجُوروں اور انگوروں کے باغات
پَیدا کر دئے۔ جِن میں تمھارے لئے بہت سے
میوے اور لذیذ پھل ہیں، اور اُنھیں سے تم
اَپنی روزی بھی کھاتے کماتے ہو ⑲ اور (زیتون
کا) ایک وہ درخت بھی ہم نے پَیدا کیا جو طُورِ
سینا، سے نکلتا ہے، جو تیل کو بھی ساتھ لئے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ
وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ⑱
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ
فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑲
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ زمین میں
دریاؤں، جھیلوں وغیرہ کی صورت میں جو
پانی ہے یہ اصل میں ابر سے برسا ہوا ہے۔
جسے یہاں آسمان سے اتارنا کہا گیا ہے۔
(تفسیر علی ابن ابراہیم)
علمِ فقہ کی بعض اونچی کتابوں میں
بھی یہ تصور واضح ہے کہ زمین پر جو پانی ہے
اس کی اصل بارش ہے۔ (فصل الخطاب)

* * *

www.drhasanrizvi.org

ہوئے اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن
کا کام دیتا ہے ﴿۲۰﴾

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمھارے
لئے مویشیوں اور چوپایوں میں ایک سبق موجُود
ہے ۔ جو کچھ کہ اُن کے پیٹ کے اَندر[ے] ہے، اُسی
میں سے ایک چیز (دُودھ) ہم تمھیں پلاتے
ہیں ۔ اور تمھارے لئے اُن میں اور بہت سے
دُوسرے فائدے بھی ہیں ۔ اور اُن میں سے کچھ
کو تو تم کھاتے بھی ہو ﴿۲۱﴾ اور اُن پر اور کشتیوں
ع ۲۲ ۱ پر سوار بھی کِئے جاتے ہو ﴿۲۲﴾ ع

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے نوحؑ کو
اُن کی قوم کی طرف بھیجا، تو اُنھوں نے کہا:
" اَے میری قوم والو ! تم اللہ کی بندگی (یعنی

وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ ﴿۲۰﴾
وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ‌ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا
وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۙ﴿۲۱﴾
وَعَلَيۡهَا وَعَلَى الۡـفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾
وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا

ے اصل لغت کے اعتبار سے بطن باطن کے معنی میں آتا ہے جو ظاہر کے مقابل ہے پیٹ بھی کیونکہ اندر ہوتا ہے اس لئے اس کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ بطن کے لفظ سے صرف "اندر" کے معنی لینا بھی بالکل درست ہے ۔ حضرت علیؑ کا اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمانا "یہاں علم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے" ۔ اور اشارہ کیا اپنے شکم کی طرف ۔ یہاں بطن کے معنی شکم کے لینا مترجم کی غلطی ہے ۔ بلکہ مراد "سینے کے اندر" ہے ۔ بطن کا لفظ عربی میں سینے کے لئے بھی آئے گا ۔ (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ چوپائے ۔ جمادات ، نباتات سب انسان کی خدمت کے لئے ہیں ۔ ان کو اپنا معبود یا مخدوم سمجھ لینا انسان کی انتہائی پستی ہے ۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

مکمّل اِطاعت کرو (کیونکہ) اُس کے سِوا تمھارا کوئی خدا نہیں ۔ پھر کیا تم (غیرِ خدا کی بندگی جَیسے سخت بُرے کام کے بُرے اَنجام سے بالکل نہیں ڈرتے ؟" (۲۳) اِس پر اُن کی قوم کے جن سرداروں نے اُنھیں ماننے سے اِنکار کردیا تھا' کہنے لگے : "یہ شخص کچھ بھی تو نہیں ہے' سِوا اِس کے کہ یہ بھی تم ہی جَیسا ایک آدمی ہے[1] ۔ یہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم پر (کِسی نہ کِسی طرح) برتری یا فضیلت حاصل کرلے[2] ۔ اگر اللہ کو (کِسی کو) بھیجنا ہی ہوتا تو وہ فرشتے (نہ) بھیج دیتا (یا) اگر اللہ کو (کِسی کو) بھیجنا ہی تھا تو وہ ضرور فرشتے بھیجتا ۔ یہ بات تو ہم نے اَپنے پہلے کے باپ دادا پر دادا کے وقتوں میں بھی نہیں سُنی (کہ آدمی

اللہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾
فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ
مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾

[1] حضرت امام حسن عسکری ؑ نے روایت فرمائی ہے کہ حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ "اِس آیت میں مجھے یہ حکم پہنچا کہ میں لوگوں سے کہہ دوں کہ میں صورت بشری میں تو تم جیسا ہوں لیکن جس طرح خدا آدمیوں میں سے کسی کو حسن و جمال کے ساتھ، اور کسی کو مال و دولت کے ساتھ مخصوص فرما دیا کرتا ہے اِسی طرح مجھ کو اپنے خاص آدمیوں میں سے نبوت اور رسالت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے ۔ بس تم میری ایسی خصوصیت کا کیوں انکار کرتے ہو ؟" ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۰ ۔ بحوالہ احتجاج طبرسی) ۔

قرآن میں ہے کہ حضرت مریمؑ کے پاس جبرئیل بشر بن کر آئے "**فتمثل لها بشراً سويا**" اِسی طرح حضرت لوطؑ کے پاس فرشتے خوبصورت نوجوان کی شکل میں آئے ۔ اِسی طرح حضورِ اکرم ؐ نور تھے جیسا کہ قرآن نے خود کہا **قد جاءكم من الله نوراً** (سورہ مائدہ)

مگر ہماری ہدایت کے لئے بشر کی شکل میں تشریف لائے (القرآن المبین) * *

[2] منکرینِ حق اپنے زمانے کے نہایت جمود پسند کنزرویٹو لوگ ہوتے ہیں اور انبیاء کو اپنے ظرف کے مطابق اپنا جیسا انسان قیاس کرتے ہیں ۔ انہیں اپنا ہی جیسا طالبِ دنیا فرض کرتے ہیں ۔ * * *

www.drhasanrizvi.org

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾
فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا
جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا

اللہ کا رسول بن کر آگیا ہو!) ﴿۲۴﴾ کچھ نہیں۔ بس یہ آدمی تو کچھ پاگل ہو گیا ہے۔ تو اِس کے بارے میں کچھ دِنوں انتظار کر لو۔" (شاید یہ ٹھیک ٹھاک ہو جائے۱؎) ﴿۲۵﴾ نوحؑ نے عرض کی "میرے پالنے والے مالک! تُو میری مدد کر، کیونکہ اُنھوں نے مجھے جھٹلایا ہے" ﴿۲۶﴾ تو ہم نے اُن پر وحی کی کہ "ہماری نگرانی اور ہماری وحی (یعنی) ہمارے خُفیہ اِشاروں اور ہدایات سے ایک کشتی۲؎ بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ جائے اور تنور اُبل پڑے، تو ہر قسم کے (جانوروں میں سے) ایک ایک جوڑا لے کر اُس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ۔ اور اُس میں اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے لو، سِوائے اُن کے جن کے بارے

۱؎ اصل میں کافروں کے حلق سے کسی طرح یہ بات نہیں اترتی تھی کہ ہماری طرح کا انسان خدا کا رسول کیسے بن سکتا ہے۔ فرشتے کیوں رسول بن کر نہیں آئے؟ لیکن اِس اعتراض کے جواب میں کبھی کسی رسول نے یہ نہ کہا کہ "ہمیں انسان نہ سمجھو ہم تو فرشتے یا کوئی اور مخلوق ہیں۔ یہ جو ہم تمہیں انسان جیسے نظر آ رہے ہیں یہ تو ہمارا ظاہری لباس ہے"۔ اِس جواب سے کافر تو مطمئن ہو سکتے تھے مگر یہ جواب خدا کی منطق کے بالکل خلاف ہوتا۔ خدا کا مقصد عقلوں کا امتحان لینا ہے اور انبیاءؑ کے ذریعہ ہدایت دینا اور نمونۂ عمل فراہم کرنا ہے۔ اِس لئے اس مقصد کے لئے انسانوں کو بھیجنا ضروری تھا۔ اس آیت سے اُن غالی عقیدتمندوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو اس بات پر تلے بیٹھے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح انبیاءؑ اور آئمہ کو نوعِ انسانی سے خارج کر دیں اور ایک اور قسم کی اعلیٰ مخلوق ثابت کر دیں جو انسان سے ذاتاً الگ ہو۔ یہ تصور قرآن اور منطق دونوں کے بالکل خلاف ہے (فصل الخطاب)

* * *

۲؎ جو چیز خدا اپنے سامنے اور اپنی

باقی اگلے صفحہ پر

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾
وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ
الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

ہیں پہلے ہی بات طے ہو چکی ہے۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اُن کے متعلق تو مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ اُنھیں تو بس اَب غرق ہی ہونا ہے (۲۷) پھر جب تم اَپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ، تو کہو: "شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی" (۲۸) اور کہنا کہ: "اَے میرے پالنے والے مالک! مجھے برکت والی جگہ اُتارنا (کیونکہ) تو بہترین اُتارنے والا ہے" (یا) "مجھے برکت کا اُتارنا اُتاریئے گا اور تُو سب اُتارنے والوں سے اَچھا ہے" (۲۹) یقیناً اِس سارے قِصّے میں (بہت سی) دلیلیں، نِشانیاں اور حقیقتیں ہیں۔ (مثلاً یہی حقیقت کہ) ہم (لوگوں کا) اِمتحان لے کر ہی چھوڑتے ہیں (یا) ہمیں اُن

پچھلے صفحہ کا بقیہ

نگرانی میں بنواتا ہے وہ خدا کی مرضی اور منشاء کے عین مطابق ہوتی ہے۔ اِس لئے دنیا کی کسی کشتی کے ڈوبنے کی ذمہ داری کبھی اللہ نے نہ لی۔ صرف حضرت نوحؑ کی کشتی پر سوار ہونے والوں کی نجات کی ذمہ داری خدا نے لی۔ کیونکہ وہ کشتی خدا نے اپنی مرضی کے عین مطابق بنوائی تھی۔ اِس لئے اِس میں کوئی نقص یا عیب نہ تھا۔

پھر رسول اِکرمؐ نے اپنے اہل بیت کی مثال کشتیِ نوح سے دی۔ فرمایا "میرے اہل بیت کی مثال کشتیِ نوح کی سی ہے جو اِس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اِس سے منہ پھیرا وہ ہلاک و برباد ہوا"

تو اِن دونوں باتوں سے نتیجہ نکلا کہ (۱) حضورِ اکرمؐ کے اہلِ بیت بھی کشتیِ نوح کی طرح ہر عیب سے پاک ہیں جس پر آیۂ تطہیر بھی گواہ ہے۔ (۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اہلِ بیتؑ کا تعین کسی کی

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

کی آزمائش تو بہرحال کرنی ہی ہے (٣٠)

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور زمانے کے لوگوں کو بالکل نئے سِرے سے پیدا کر دیا (٣١)

پھر اُن میں خود اُنھیں کی قوم کا ایک پیغام لے جانے والا بھیجا (یہ پیغام دے کر کہ) ’تم صِرف اللہ ہی کی بندگی (یعنی) مکمّل اِطاعت کرو (کیونکہ اُس کے سِوا تمھارا کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ کیا تم (اُس کی بندگی نہ کرنے کے بدترین انجام سے) ڈرتے نہیں؟ (٣٢) ع

مگر اُس کی قوم کے مغرور سرداروں نے جو اَبدی حقیقتوں اور خدا و رسولؐ کو دل سے ماننے سے اِنکاری (کافر) تھے اور اُنھوں نے آخرت میں خدا سے اَپنی ملاقات کو بھی جُھٹلا دیا تھا‘

ع ٢

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (٣١)

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (٣٢)

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا

پچھلے صفحہ کا بقیہ

مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ حکمِ الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ کشتیِ نوح خدا کی مرضی اور ہدایت سے بنی تھی لوگوں کے مشوروں یا ووٹوں سے نہیں بنی تھی۔ معلوم ہوا کہ کشتیِ نجات شوریٰ یا الیکشن سے نہیں بنتی خدا کی وحی سے بنتی ہے۔ (٣) تیسرے یہ کہ کشتیِ نوحؑ کے نہ ڈوبنے کی ذمہ داری خود خدا نے لی تھی اِس لئے اِس کے ڈوبنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔ اِسی لئے اہلِ بیتِ رسولؐ کے گمراہ ہونے کا کوئی امکان ہی نہ تھا کیونکہ وہی تو ذریعۂ نجات ہیں اور ان کی مثال کشتیِ نوح کی سی ہے۔ (٤) کشتیِ نوح کا نہ ڈوبنا ہی حضرت نوح کی نبوت کی دلیل تھا اِسی طرح اہل بیت رسولؐ کا گمراہ نہ ہونا اور ذریعۂ نجات ہونا بھی حضرت رسولِ خداؐ کی رسالت و صداقت کا ثبوت ہے۔ (القرآن المبین)

وہ اشخاص جن کے لئے پہلے ہی سے طے ہو چکا ہے کہ وہ عذاب سے نہیں بچیں گے وہ زوجہ نوح اور نوح کا ایک بیٹا تھا

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

حالانکہ ہم نے اُن کو دُنیا کی زندگی کی بے حدّ و بے شمار نعمتیں اور عیش کا سامان دے رکھّا تھا (مگر اِس کے باوجود) وہ کہنے لگے: "یہ شخص کچھ بھی تو نہیں ہے، مگر بس تم ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ جو تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے (یا) یہ بھی اُسی میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو۔ اور اُسی (پانی) میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو ﴿۳۳﴾ اَب اگر تم نے اَپنے ہی جَیسے ایک آدمی کی اِطاعت قبول کرلی، تو پھر تم بڑا نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے ﴿۳۴﴾ کیا وہ (شخص) تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جَب تم مَر کر مٹّی اور ہڈّی بن جاؤ گے تو اُس وقت تم (اَپنی قبروں سے باہر) نکالے جاؤ گے!؟ ﴿۳۵﴾ (عقل سے) دُور، بہت

هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ
يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾
اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ
مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

پچھلے صفحہ کا بقیہ

محققین نے اِس آیت سے نتیجے نکالے (۱) نسب اِس وقت کام نہیں آتا جب ذاتی اوصاف میں کفر و معصیت شامل ہو جائے (۲) ذاتی اوصاف، ایمان اور اطاعت کے مقابلے میں نسب کی اہمیت نہیں (۳) کشتیِ نوح مراد اہلِ بیتِ رسولؐ کے تمسک کے بغیر نبی کی زوجہ اور اولاد کو بھی نجات نہیں مل سکتی۔

***

۲ـہ اِس ادب کی تعلیم قرآن میں خاص طور پر دی گئی ہے کہ ہر نعمت کو خدا کی دین سمجھو۔ اِس سے بندگی کی شان پیدا ہوتی ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ (۳۶)
اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ
بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ (۳۷)
اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحۡنُ
لَهٗ بِمُؤۡمِنِيۡنَ (۳۸)
قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ (۳۹)
قَالَ عَمَّا قَلِيۡلٍ لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ (۴۰)

ہی دُور ہے جو وعدہ کہ تم سے کیا جا رہا ہے (۳۶)
ہماری اِس دُنیوی زندگی کے سِوا (کِسی اور زندگی
کی) کچھ حقیقت نہیں۔ بس ہمیں یہیں مَرنا اور
یہیں جینا ہے۔ اور ہم ہرگز ہرگز (مَرکر) اُٹھائے
جانے والے نہیں ہیں[۱] (۳۷) یہ شخص تو کچھ بھی نہیں
ہے۔ بس ایک شخص ہے جو اللہ پر جھُوٹی باتیں
گھڑے چلا جا رہا ہے[۲] اور ہم ہرگز اُس کو ماننے
والے نہیں" (۳۸) (اِس پر اُس رسولؑ نے) کہا:
"اَے میرے پالنے والے مالک! اِن لوگوں نے
مجھے جھُٹلایا ہے۔ اِس پر تو میری مدد فرما" (۳۹)
(خدا نے) اِرشاد فرمایا: "بس قریب ہی ہے
وہ وقت جب یہ اَپنے کِئے پر ضرور پچھتائیں گے"
(یا) فرمایا: "تھوڑے ہی عرصے میں یہ لوگ ضرور

---

[۱] مادیت اور دہریت کا پورا فلسفہ ان چند آیتوں میں آگیا۔ نام، اصطلاحیں اور الفاظ بدل بدل کر ہر زمانے میں منکرینِ حق اور مکذبین اِسی تھیوری کو پیش کرتے رہتے ہیں بقول اقبالؒ:

اگرچہ پیر ہے آدم
جواں ہیں لات و منات

***

[۲] دیکھتے چلے جائیے کہ پیغمبروں کا پیغام بھی ہر زمانے میں ایک ہی رہتا ہے اور کافروں کے اعتراض بھی یکساں رہے ہیں۔ چاہے وہ جاہلیت کے زمانے کے کافر ہوں یا آج کے علم اور سائنس کے زمانے کے کافر ہوں۔ شیوۂ کفر ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔

خدا پر جھوٹ گھڑنے کے معنی یہ ہیں کہ نبی نے جھوٹ گھڑا ہے کہ خدا اُس سے کلام کرتا ہے۔ یا اُس کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے۔ قرآن خدا کی کتاب ہے وغیرہ وغیرہ۔

***

www.drhasanrizvi.org

شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے" (۴۰)
آخرکار بالکل سچ مچ کے ایک زبردست دھماکے
نے بالکل ٹھیک طرح سے اُن کو پکڑ لیا۔ پھر ہم
نے اُن کو کوڑا کرکٹ بنا کر رکھ دیا (یا) آخرکار
بالکل ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ایک عظیم
ہنگامہ نے اُن کو آن پکڑا اور پھر ہم نے اُن کو
کچرا بنا کر پھینک دیا[لے]۔ پس ظالموں کی قوم کے
لئے ہماری مار اور پھٹکار (یعنی) ہماری رحمتوں
اور نعمتوں سے دُوری ہی دُوری ہے (یا) دُور
اور دفع ہو ظالم قوم! (یہ ظالموں سے اِنتہائی
درجہ کا تبرّا ہے) (۴۱)

پھر ہم نے اُن کے بعد دُوسری قوموں کو
اُٹھایا (۴۲) کوئی قوم نہ تو اپنی مقررہ مدت یا

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ بِالۡحَقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً ۚ
فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ (۴۱)
ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۢۡ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ (۴۲)

لے دھماکے یا چیخ سے مراد تند آندھی یا زلزلہ یا کسی بھی قسم کی سخت آواز ہو سکتی ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "غشاء" زمین کی سوکھی اور سڑی ہوئی نبات کو کہتے ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳ بحوالہ تفسیر قمی)

صاحب تفسیر صافی نے لکھا ہے کہ قوم صالح کی ہلاکت کو اس گھاس پھوس سے جسے پانی کی رو بہا کر لے جائے اس لئے تشبیہہ دی گئی ہے کہ عرب کے محاورے میں جو ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اس کے لئے کہتے ہیں کہ اسے ندی بہا کر لے گئی (تفسیر صافی)

***

(صفحہ ۱۲۸۴ کا بقیہ)

لیت کا حاصل یہ بھی ہے کہ بشریت اور رسالت میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جتنے بھی انبیاء گذرے ہیں سب کے سب صفات بشری کے حامل رہے ہیں ۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے تاکہ انسانوں کی پوری آزمائش ہو سکے کہ کون صفات بشری پر صرف نگاہ کرکے ان کا انکار کرتا ہے اور کون ان کے کمالاتِ نبوت و ولایت پر نظر کرکے ان کے عظمت علم و عمل اور ان کی پیغمبری کا اعتراف کرتا ہے

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾
ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا
كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ
فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾

وقت سے پہلے ختم ہوئی، اور نہ ہی اپنی اُس مقرّرہ مدّت کے بعد ٹھہر سکی ﴿٤٣﴾

پھر ہم نے لگاتار، پَے درپَے، مُسلسل اپنے پَیغام لے جانے والے بیھجے۔ مگر جَب کبھی بھی کِسی قوم کے پاس اُس کا پیغمبرؑ آیا، تو اُس قوم نے اُس کو (خُوب خُوب) جھُٹلایا۔ تو ہم بھی ایک کے بعد دُوسری قوم کو ہلاک و برباد کرتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے اُن کو قِصّے کہانیاں اور افسانۂ پارینہ بنا کر رکھ دیا۔ خدا کی مار، اور اُس کی پھٹکار (یعنی) خدا کی حقیقی نِعمتوں اور رحمتوں سے دُوری ہو اُن لوگوں پر جو (خدا کے پیغمبروںؑ کو) نہیں مانتے (یہ اَبدی حقیقتوں اور رسولوںؑ کو نہ ماننے والوں سے سخت تبرّا ہے) ﴿٤٤﴾

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اب خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم نے تم میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے لئے ذریعہ آزمائش بنایا ہے" کا مطلب یہ بھی ہے کہ تمہارا امتحان یہی ہے کہ تم بظاہر اپنے جیسے انسانوں کے سامنے ان کے کمالات کو دیکھ کر ان کو خدا کا نبی، امام یا نمائندہ تسلیم کرو اور ان آئمہ اور انبیاء کا امتحان یہ ہے کہ وہ بظاہر ہم جیسے انسان ہوتے ہوئے بھی عملی زندگی میں عملاً حصہ لیتے ہوئے کمال عصمت پر فائز ہیں۔ کوئی خطا نہیں کرتے۔ کسی فریضہ سے نہیں چوکتے۔

اب جن لوگوں نے رسولوں کو بشر کہہ کر رسول ماننے سے انکار کر دیا وہ اس امتحان میں ناکام رہے کیونکہ ان کے تکبر نے، ان کے مادی مفادات نے ان کو عقل و ضمیر کی بات ماننے سے روک دیا۔ وہ اپنی حرص و طمع اور تکبر کے جال میں پھنس کر رہ گئے۔ اور وہ لوگ بھی اس امتحان میں ناکام رہے جو رسولؐ یا امامؑ کی شریعت کے انکاری ہیں کیونکہ اگر وہ بشر ہی نہ تھے تو ہمارے لئے نمونہ عمل کیسے بن سکتے ہیں اور پھر ان کا کمال ہی کیا رہا۔
بقول حالی

نگاؤ تم میں نہ لاگ زاہد نہ عشق و الفت کی آگ زاہد
پھر اور کیا کیجئے گا آخر جو ترک دنیا نہ کیجئے گا

***

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۴۵﴾

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ﴿۴۷﴾

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

پھر ہم نے موسیٰ ؑ اور اُن کے بھائی ہارون ؑ کو اپنی باتوں، نشانیوں، دلیلوں، حقیقتوں، معجزوں اور کھلی ہوئی دلیل اور سند کے ساتھ بھیجا ﴿۴۵﴾ فرعون اور اُس کے مغرور سرداروں کی طرف۔ تو اُنھوں نے تکبّر کیا۔ اور وہ تھے ہی بڑے سرکش، خود کو بڑا اُونچا سمجھنے والے گھمنڈی ظالم ﴿۴۶﴾ وہ کہنے لگے: "کیا ہم اَپنے ہی جیسے دو آدمیوں (موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ) پر اِیمان لے آئیں؟ جب کہ اُن کی پُوری قوم ہماری غلام وپجاری ہے[1] ﴿۴۷﴾ غرض اُنھوں نے اُن دونوں کو جُھٹلایا اور (آخرکار) ہلاک و برباد ہونے والوں میں سے ہو کر ہی رہے ﴿۴۸﴾ جب کہ موسیٰ ؑ کو تو ہم نے (عظیم) کتاب عطا کی تھی، تاکہ وہ لوگ اُس سے ہدایت پائیں ﴿۴۹﴾

[1] شاید بنی اسرائیل فرعون کی مورتی کی پوجا کرتے تھے ۔ یا انتہائی فرماں برداری کو پوجا کرنا کہا گیا ہو ۔ (مجمع البیان)

مطلب یہ ہے کہ اول تو یہ موسیٰ اور ہارون ہم جیسے انسان ہیں کوئی فوق البشر یا دیوتا یا خدا کے اوتار نہیں ۔ پھر اتنے معمولی انسان کہ ہمارے ہی محکوم اور غلام ۔ پھر چلے دعویٰ نبوت و رسالت کا کرنے ۔ گمراہ قوموں کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اصل مسئلہ پر تو غور کرتے ہی نہیں بلکہ اِدھر اُدھر کی دور از کار باتوں میں گھس جاتے ہیں ۔ بھلا کسی کے غلام ہونے سے اِس بات کا کیا تعلق کہ وہ خدا کا رسولؐ نہیں بن سکتا؟

***

www.drhasanrizvi.org

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ
ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿۵۰﴾ ع
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۵۱﴾
وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ
فَاتَّقُونِ ﴿۵۲﴾

اور (اسی طرح) ہم نے مریمؑ کے بیٹے (عیسیٰؑ) کو اور اُن کی ماں کو اپنی ایک بڑی نشانی بنایا۔[1] اور اُن دونوں کو ایک اُونچی ہموار ٹھہرنے کے قابل، صاف ستھرے چشمہ والی زمین پر رہنے[2] کی جگہ عطا کی (یا) اُن دونوں کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اِطمینان سے رہنے کی جگہ تھی اور جہاں صاف پانی کے چشمے بہہ رہے تھے ﴿۵۰﴾ ع
اے پیغمبرو! اچھّی اور پاک غذائیں کھاؤ، اور نیک کام کرو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اُس کو خوب اچھّی طرح جانتا ہوں ﴿۵۱﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ تمھاری قوم، ایک ہی قوم ہے، اور میں تمھارا پالنے والا مالک ہوں۔ تو تم مجھ سے ڈرتے ہوئے میری ناراضگی اور میرے

ع ۸/۳

---

۱ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو قدرت کی ایک نشانی کہا گیا ہے، دو نشانیاں نہیں کہا گیا۔ کیونکہ دونوں کے اعجاز ہونے کا پہلو ایک ہی ہے، ماں کا بغیر شوہر کے اولاد جننا اور بیٹے کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اصل میں ایک ہی بات کے دو رخ ہیں (تفسیر مجمع البیان)
غرض یہ دونوں ماں اور بیٹا خدا کی نشانیاں تھے ۔ ایک آیت اور دو آیتیں کہنے میں مفہوم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں

***

پڑتا۔ (تفسیر تبیان)

۲ "ربوہ" کے معنی بلند مقام یا ٹیلے کے ہیں اور "ذات قرار معین" ایسی وسیع جگہ کو کہتے ہیں جو رہنے کے لئے موزوں ہو اور کھیتی باڑی کے قابل ہو اور معین اس چشمے کے پانی کو کہتے ہیں جو زمین کی سطح پر سے ظاہر ہو کر بہنے لگے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳ وکشاف)
حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "ربوہ" سے یہاں مراد نجف کوفہ ہے اور معین یعنی چشمہ سے مراد فرات ہے (الکافی)

***

www.drhasanrizvi.org

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لا

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

غیظ و غضب سے بچو[1] ﴿۵۲﴾

مگر لوگ اَپنے دین و مذہب کے معاملے میں مختلف کِتابوں (کی طرف نِسبتوں) کی بنیاد پر ٹکڑوں میں بَٹ کر رہ گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اُسی پر خوش اور مست و مگن ہے[2] ﴿۵۳﴾

اَچّھا تو پھر چھوڑ دیجئے اُن کو (تا) کہ وہ ایک خاص وقت تک اَپنی غفلت میں ڈوبے پڑے رہیں ﴿۵۴﴾ کیا وہ (احمق) یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُن کے مال اور اولاد کو بڑھاتے چلے جا رہے ہیں[3] ﴿۵۵﴾

تو گویا ہم اُن کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں۔ (نہیں) بلکہ اصل بات کا تو اُن کو شعور ہی نہیں ہے (کہ ہم اِس طرح اُن کا اِمتحان لے کر اور مزید مہلت دے کر اُن کو

---

[1] اللہ تو محبت اور محبوبیت کی چیز ہے وحشت اور دہشت کی چیز نہیں ۔ خدا کے خوف کے معنی اُس کی ناراضگی سے خوف ۔ یہ خوف صرف عقلی رہنا چاہیئے طبعی نہیں اور امت سے مراد دین یا مسلک ہے (روح ابن جریر)

***

[2] یعنی لوگ اپنی خود بینی سے اِس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ یقیناً حق پر ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳)

یعنی ہر شخص نے جو اپنے لئے دین اختیار کیا ہے وہ اسی پر خوش، مست و مگن ہے (تفسیر قمی)

***

[3] حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "خدا فرماتا ہے کہ میرا مومن بندہ اس وقت غمگین ہوتا ہے جب کہ میں دنیا کی کسی چیز کو اس پر تنگ کر دیتا ہوں حالانکہ یہی بات اس کے لئے میرے قرب کا باعث ہے اور جب میں دنیا کو اس کے لئے وسیع کر دیتا ہوں تو وہ مجھ سے خوش ہوتا ہے حالانکہ یہ بات مجھ سے دوری کا باعث ہے"۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ (۵۷)
وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ (۵۸)
وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ (۵۹)
وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (۶۰)

سخت ترین سزا کا مستحق بنا رہے ہیں) (۵۶) (البتہ یہ حقیقت ہے کہ اَبدی اور حقیقی بھلائیاں ہی بھلائیاں اُن لوگوں کے لئے ہیں جو(۱) اپنے پالنے والے مالک کی ہیبت اور عظمت سے خوف زدہ رہتے ہیں (۵۷) اور(۲) جو اپنے پالنے والے مالک کی باتوں، نشانیوں، آیتوں، دلیلوں اور حقیقتوں کو دل سے مانتے ہیں (۵۸) اور جو(۳) اپنے پالنے والے مالک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے (۵۹) اور(۴) جن کا حال یہ ہے کہ اُنھیں جو کچھ (خدا کی راہ میں) دینا ہوتا ہے، وہ دیتے رہتے ہیں، اِس حالت(۵) میں کہ اُن کے دل اِس خیال سے کانپتے لرزتے رہتے ہیں کہ اُنھیں اپنے مالک کی طرف پلٹ کر جانا ہے[۱] (۶۰) (نتیجتاً) یہ لوگ نیکیوں(۶) میں

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "یہ ان لوگوں کا خوف اور امید ہے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد نہ کر دیئے جائیں یہ کہہ کر کہ تم نے خدا کی اطاعت نہیں کی" (بلکہ اپنی شہرت یا اپنی خوشی کے لئے اچھے کام کئے) (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳ بحوالہ کافی)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اگر تم سے ہو سکے تو تم مشہور نہ ہو کیونکہ مشہور نہ ہونے میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ لوگ تمہاری تعریف نہیں کرتے جب کہ اللہ کے نزدیک تم قابل تعریف ہو"

پھر فرمایا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "سوائے ۲ دو شخصوں کے اور کسی کی زندگی میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ ایک وہ شخص جو روزانہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتا جاتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اپنی برائیوں کا تدارک توبہ سے کرتا ہے اور خدا کی قسم اگر کوئی شخص سجدے کرتے کرتے اپنی گردن توڑ ڈالے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی جب تک کہ ہم اہل بیت رسولؐ کی ولایت (دوستی، محبت، سرپرستی) نہ رکھتا ہو۔ (خصال)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا
سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾
وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ
مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

تیزی کرتے ہیں اور اُن[7] کے انجام دینے کے لئے آگے آگے رہتے ہیں[1] ﴿٦١﴾

اور ہم کِسی بھی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے (یا) ہم کسی شخص کو اَپنے احکامات پر عمل کرنے کی تکلیف نہیں دیتے، مگر اُس کی طاقتِ برداشت اور قدرت کے مطابق[2]۔ اور ہمارے پاس ایک رجسٹر ہے جو ہر ایک کا حال بالکل ٹھیک بتا دیتا ہے اور لوگوں پر کِسی قسم کا کوئی ظلم ہرگز نہیں کیا جائے گا ﴿٦٢﴾ مگر یہ لوگ ہیں کہ (اتنی بڑی حقیقت سے) بے خبری کے عالم میں ہیں۔ اور اِس کے علاوہ بھی اُن کی حرکتیں اور بدمعاشیاں ہیں، جو وہ کرتے ہی رہتے ہیں[3] ﴿٦٣﴾ (وہ اپنی

[1] تیزی کرنے کے معنی نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ اور پھر اس کا نتیجہ بیان ہوا کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے۔ نیز یہ کہ نیکی کے کاموں میں تیزی کرنا بجائے خود ایک عمل ہے اور دوسروں کے مقابلے میں نیکیوں میں آگے بڑھنا اس کوشش کا نتیجہ ہے (فصل الخطاب)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تیزی تو عمل میں ہے اور اس کے نتیجے میں جو سبقت یا آگے بڑھنا ہے وہ جنت کی طرف آگے بڑھنا ہے۔ (تبیان)

***

[2] یعنی اللہ ہر ایک کی طاقت کے پیمانے سے خوب واقف ہے۔ اور جس حد تک وہ مجبور ہے اُس پر مواخذہ ظلم ہے۔ اس لئے اس حد تک وہ بری ہے۔ لہذا ناممکن ہے کہ خدا قدرت سے زیادہ کسی پر پابندی عائد کرے۔ اس میں عقل و ذہن کا قصور یا نقص بھی داخل ہے جسمانی فقدان یا وسائل و اسباب کی کمی ہو یا دماغی صلاحیتوں کی کمی، ہو ہر قسم کی صلاحیت اس میں شامل ہے۔ فرض کیجئے کہ حقائق کو

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ
يَجْـَٔرُوْنَ ؕ (۶۴)
لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (۶۵)
قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
تَنْكِصُوْنَ ۙ (۶۶)
مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (۶۷)

یہ حرکتیں اور بدمعاشیاں کرتے ہی چلے جائیں گے)
یہاں تک کہ جب ہم اُن کے بدمعاش اور عیّاش
دولت مندوں کو اَپنی سزا میں پکڑ کر جکڑ لیں گے؛
تو پھر وہ ایک دم چیخ اُٹھیں گے (۶۴) بس اَب
بند کرو یہ اَپنی چیخ و پُکار[۱]۔ تمھیں ہماری طرف
سے کوئی مدد نہیں مل سکتی (۶۵) جَب بھی میری
باتیں، دلیلیں اور آیتیں تمھارے سامنے پڑھی
جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے؛ (۶۶)
غرور سے کام لیتے ہوئے، قرآن کو تفریح کا مشغلہ
بناتے ہوئے، اَپنے قِصّے کہانیوں (ڈراموں، سینماؤں،
کھیل تماشوں) میں لگ کر باتیں بناتے تھے اور
اَپنی چوپالوں اور بیٹھکوں میں بَیٹھ کر بکواس کیا
کرتے تھے (۶۷)

پچھلے صفحہ کا بقیہ

سمجھنے کی کوشش میں سنجیدہ اور حقیقی کوشش کے باوجود کوئی شخص عمر بھر شک میں رہے تو حقیقی معنی میں سزائے اخروی کا مستحق نہیں۔ اسی طرح گمراہ جماعتوں میں بھی کون کتنا ذمہ دار ہے اس کا تعین خدا کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اس لئے روز جزاء کا خدا ہی مالک ہے۔ اس نے جس کو جتنی صلاحیتیں اور مواقع دئے ہیں اسی لحاظ سے اس کو جزا اور سزا دے گا۔ (فصل الخطاب)

***

۳؎ جس طرح مومنین کا سرمایہ ان کے ایمان کے علاوہ ان کے نیک اعمال ہوں گے۔ اسی طرح کافر علاوہ کفر کے طرح طرح کے برے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ (ماجدی)

***

۱؎ یہ تو دار الجزاء ہے۔ دار العمل نہیں۔ اس لئے یہاں چیخنا۔ چلانا عاجزی کرنا لاحاصل ہے۔
اب پچھتاوت کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

***

www.drhasanrizvi.org

اَفَلَمۡ یَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ یَاۡتِ
اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶۸﴾
اَمۡ لَمۡ یَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۶۹﴾
اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَ
اَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۰﴾

تو کیا اُن لوگوں نے بھی اس کلام (قرآن) پر غور و فکر نہیں کیا[1]؟ یا یہ اُن کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو اُن کے پہلے والے باپ داداؤں کے پاس کبھی نہیں آئی تھی ؟ ﴿۶۸﴾ یا اُنھوں نے اَپنے پیغمبرؐ (کی صداقت اور شرافت) کو پہچانا ہی نہیں ہے ؟ اِس لئے وہ اُس کا اِنکار کرتے ہیں ﴿۶۹﴾ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ پاگل ہے[2]؟ نہیں ۔ بلکہ وہ تو بالکل سچّی اور حق بات لے کر آیا ہے۔(اصل میں) اُن کے زیادہ تر لوگ سچّی اور حق بات کو پسند ہی نہیں کرتے[3] (کیونکہ سچّی بات اُن کے ناجائز مفادات اور بدکاری کی خواہشوں کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے) ﴿۷۰﴾ اور اگر حق اُن کی نفسانی خواہشوں اور

[1] یعنی اگر یہ لوگ خدا کے کلام پر غور کرتے تو اس کے معجزہ ہونے کے قائل ہو جاتے اور اس کا انکار نہ کرتے ۔ انکار کی اصل وجہ غور نہ کرنا ہے۔ ***

[2] ایک طرف تو نبیؐ کی کمال حکمت اور دانائی کے قائل ہیں کہ انہوں نے قرآن جیسی کتاب خود گھڑ لی۔ اور سارے عرب کو متحد کر دیا۔ اور اس طرح تمام مشرکین و یہود پر غالب آگئے ۔ اور دوسری طرف رسولؐ کو معاذ اللہ دیوانہ بھی کہتے ہیں ۔ یعنی بار بار خود غلط ہو جاتے ہیں۔ ***

[3] نبی کو وہ لوگ خوب اچھی طرح سے پہچانتے ہیں، وہ چالیس سال ان میں زندگی گزار چکا ہے وہ لوگ خوب واقف ہیں کہ معاذ اللہ دیوانہ نہیں، نہایت فرزانہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ حق کے دشمن ہیں ۔ اس لئے کہ حق سے ان کے ناجائز مفادات پر ضرب پڑتی ہے ۔ حق کے ماننے سے ان کی عیاشیوں ، بدمعاشیوں میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ۔ اس لئے جان بوجھ کر وہ حق کا انکار کر رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ
الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ
عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (71)
اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (72)

ذاتی خیالات (ومفادات) کے تابع ہو کر اُن کے پیچھے پیچھے چلتا، تو زمین و آسمان اور جو مخلوقات بھی اُس کے اندر ہیں، سب کے سب تباہ و برباد ہو جاتے[1]۔ نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ہم اُن کا اَپنا ہی ذکر اُن کے پاس لائے ہیں (یا) نہیں بلکہ ہم نے اُن کے سامنے اُن کی نصیحت کا سبق پیش کر دیا ہے، مگر وہ ہیں کہ اَپنے ہی ذکر، اَپنی نصیحت اور اپنی ہی خیرخواہی سے اَپنا مُنہ موڑے چلے جا رہے ہیں (71)

کیا آپؐ اُن سے کچھ روزی مانگ رہے ہیں؟[2] آپؐ کے لئے تو آپؐ کے پالنے والے مالک کا دیا ہوا کہیں زیادہ بہتر ہے (کیونکہ) وہ سَب روزی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے[3] (72) حقیقت

---

[1] حق سے مراد حضور اکرمؐ اور حضرت علیؑ بھی ہیں اور آسمان کے فساد سے مراد بارش کا نہ برسنا ہے اور زمین کے فساد سے مراد یہ ہے کہ زمین سے نباتات نہ اگے۔ پھر لوگوں کی تباہی ظاہر ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۳ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[2] بعض فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ علماء اور واعظین کا لوگوں سے اجرت طلب کرنا ناجائز ہے۔ صوفیاء نے کہا شیخ کا سالک سے مال طلب کرنا مذموم ہے اور مقصود میں مخل ہوتا ہے۔

---

[3] جس طرح خدا نے اس سے پہلے خود کو "سب پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا" (احسن الخالقین) فرمایا تھا۔ اسی طرح یہاں خود کو خیر الرازقین یعنی سب سے بہتر رزق دینے والا فرما رہا ہے۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے پیدا کئے ہوئے رزق سے کسی دوسرے کی مدد کرنے والے کو مجازاً خالق یا رازق سمجھنا یا کہنا شرک نہیں۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۷۳)
وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
لَنٰكِبُوْنَ (۷۴)
وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۷۵)
وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (۷۶)

یہ ہے کہ آپؐ تو اُن کو سیدھے راستے[1] کی طرف بُلا رہے ہیں (۷۳) مگر جو لوگ آخرت (کی زندگی) کو ہی نہیں مانتے، وہ (جان بوجھ کر) سیدھے راستے سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں[2] (۷۴)

اگر ہم اُن پر رحم کریں، اور وہ مصیبت کہ جس میں وہ گرفتار ہیں اُس کو اُن سے دُور کر دیں، تو پھر تو یہ لوگ اپنی سرکشی میں بالکل ہی بہک کر بھٹک جائیں گے (۷۵) (اُن کا حال تو یہ ہے کہ) ہم نے جب کبھی بھی اُنھیں اپنی سزا میں پکڑا، پھر بھی یہ لوگ اَپنے پالنے والے مالک کے سامنے نہ جُھکے اور نہ ہی اُنھوں نے عاجزانہ رویّہ ہی اختیار کیا (۷۶) یہاں تک کہ جب ہم نے اُن پر اَپنی سخت سزا کا دروازہ

---

[1] "سیدھے راستے" (صراط مستقیم) سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت یعنی دوستی اور ان کی سرپرستی کو قبول کرنا بھی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۴ بحوالہ تفسیر قمی) **

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہدایت کی طلب دل میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب پہلے آخرت کا یعنی کل کی زندگی کا یقین ہو۔ ورنہ دنیا ہی دنیا دکھائی دیتی ہے۔ جیسے ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ آخرت کا خوف اس بات کا بڑا سبب ہوتا ہے کہ انسان حق کو تلاش کرے اور حق راستے پر چلے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۴)

سیدھے راستے سے ہٹ جانے والوں سے مراد امام حقؑ سے پھر جانے والے ہیں (تفسیر قمی)

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "اگر خدا چاہتا تو خود ہی لوگوں کو براہ راست اپنی معرفت عطا فرما دیتا۔ مگر اس نے ہم (اہل بیت رسولؐ) کو اپنا دروازہ، اپنا راستہ اور اپنی سبیل قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ ہماری ولایت (اطاعت) سے منہ موڑ لیں یا ہم پر کسی دوسرے کو فضیلت دیں تو انہیں کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹ جانے والے ہیں

***

www.drhasanrizvi.org

حَتّٰۤی اِذَا فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیۡدٍ اِذَا
ہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۷﴾ ع
وَ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ
قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾
وَ ہُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۹﴾
وَ ہُوَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ وَ لَہُ اخۡتِلَافُ الَّیۡلِ وَ
النَّہَارِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۸۰﴾
بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۸۱﴾

کھول ہی دیا، تو وہ یکایک بالکل ہی مایوس
۴ ع ۲۷ ۴ ہو کر رہ گئے[1] ع ﴿۷۷﴾

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں سُنتے ہوئے
کان اور دیکھتی ہوئی آنکھیں دیں اور سوچتا سمجھتا
دل دیا۔ مگر تم ہو کہ بہت ہی کم شُکریہ اَدا
کرتے ہو ﴿۷۸﴾ وہی خدا تو ہے جس نے تمھیں زمین
میں (ہر طرف) پھیلا دیا، اور پھر تم (سَب) اُسی
کی طرف سمیٹے بھی جاؤ گے ﴿۷۹﴾ وہی (خدا ہے جو)
زندگی بھی بخشتا ہے اور وہی موت بھی دیتا ہے۔
یہ گردشِ لیل و نہار، یہ دن اور رات کا آنا جانا
اُسی کے قبضۂ قدرت و اِختیار میں ہے۔ تو پھر تم
آخر عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ ﴿۸۰﴾ (نہیں) بلکہ
اُن لوگوں نے وہی کچھ کہا جو اُن سے پہلے کے لوگ

---

[1] یعنی ابھی یہ وہ سزا نہیں ہے جو قوموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ یہ تو سزا کی تمہید ہے۔ بیدار کرنے کے لئے صرف جھنجھوڑنا اور دھمکانا مقصود ہے۔ مگر اس پر بھی ان قوموں نے آنکھ نہ کھولی تو پھر وہ عذاب آئے گا جو تیا پانچا کر کے رکھ دے گا اور اس کے بعد نجات کی کوئی امید نہیں رہے گی (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾
لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

کہہ چکے ہیں (۸۱) یہ کہتے ہیں: "کیا جب ہم مر کر مٹّی اور لوٹی پھوٹی ہڈّیاں ہو کر رہ جائیں گے، تو پھر کیا ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے؟! (۸۲) اَیسے (اُوٹ پٹانگ) وعدے تو ہم بہت سُن چُکے ہیں۔ اَیسا وعدہ ہم سے پہلے بھی ہوا ہے، اور اُس سے پہلے ہمارے باپ داداؤں سے بھی ہو چکا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے، مگر محض پُرانے لوگوں کی مَن گھڑت، بے سند، افسانوی باتیں، صرف جھوٹے پُرانے قِصّے اور کہانیاں[۱]" (۸۳)

پوچھئے کہ بھلا کِس کی ہے یہ زمین اور جو اِس میں رہتے ہیں؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ (۸۴) تو یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ کی ہے"۔ تو کہئے کہ "پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟[۲] (۸۵)

[۱] جزاء و سزا اور حشر و نشر کا انکار کوئی آج کی نئی بات نہیں صرف آج کے روشن خیالوں کی اختراع نہیں یہ گمراہی بہت پرانی ہے۔

***

[۲] لوگ اپنی عقل کی وجہ سے مجبور ہیں کہ تھوڑے سے غور کرنے سے یہ سمجھ لیں کہ زمین اور جو کچھ بھی اس میں ہے اس کا پیدا کرنے والا ضرور ہے۔ تو جب وہ اس بات کا اقرار کر لیں تو اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ خدا نے تو اس وقت سب کچھ پیدا کیا جب کچھ بھی نہ تھا۔ تو اب اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کر دے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۴)

***

www.drhasanrizvi.org

پھر تم کیوں غور نہیں کرتے؟" (۸۵) پوچھئے کہ "کون ہے پالنے والا مالک ساتوں آسمانوں کا؟ اور کون مالک ہے عرشِ عظیم کا؟ (یعنی) پوری کائنات کی عظیم ترین عالی شان مملکت کے تختِ سلطنت کا؟" (۸۶) تو یہ ضرور کہیں گے کہ: "وہ اللہ ہے۔" کہیئے کہ "پھر تم اُس سے ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر تم اُس کی ناراضگی سے بچتے کیوں نہیں؟"؎۱ (۸۷) پوچھئے کہ "کِس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کا اِقتدار؟ (یا) ہر چیز پر کس کا اِقتدار ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دینے والا ہے، جب کہ اُس کے مقابلے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ)" (۸۸) وہ کہیں گے کہ "(یہ سب کچھ) اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے؎۲۔" کہیئے کہ "پھر آخر تم کہاں

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾

؎۱ ایک رب الارباب خالق و مالک کا انکار دنیا میں بہت کم ہوا ہے۔ عموماً شرک کی شکل یہی رہی ہے کہ ایک رب الارباب کا بھی اقرار ہوا ہے اور کائنات کو الگ الگ شعبوں میں بانٹ کر ہر شعبہ کا ایک مستقل خدا یا دیوتا مانا جاتا رہا ہے۔ زمین کا دیوتا الگ، آسمان کا دیوتا الگ، پانی کا دیوتا الگ اور صحرا کا دیوتا الگ، یہی ہے عالمگیر مشرکانہ ذہنیت۔

یعنی توحید کے اجمالی اقرار کے بعد مقتضیات توحید اور مطالبات توحید پر بالکل غور نہیں کرتے۔ اس لئے شرک ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ (ماجدی)

***

؎۲ خدا کی وحدانیت کی دلیل آثار قدرت کے مشاہدہ پر مبنی ہے اور مشرکین ان آثار قدرت کو اپنے بتوں سے وابستہ نہیں کرتے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کائنات میں قدرت اور حکومت صرف اللہ کی ہے مگر جب نتیجہ کی منزل آتی ہے تو وہ بھٹک جاتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے خداؤں کو خدا بنالیتے ہیں۔ اسی فکر و عمل کے تضاد کو یہاں قرآن نے بیان فرمایا ہے

***

www.drhasanrizvi.org

سے جادُو کئے جاتے ہو؟ (یعنی پھر آخر کس کا
جادُو تم پر چل گیا ہے کہ جو مالک نہیں ہیں وہ
تو تمھیں مالک یا اُس کے شریک نظر آتے ہیں،
اور جنھیں بالکل کوئی اِقتدار حاصل نہیں ہے، تم
اُن کی اَصل صاحبِ اِقتدار خدا سے بھی کہیں بڑھ
چڑھ کر بندگی کرتے ہو، اور اُنھیں سے پناہ بھی
مانگتے ہو؟) ⑧⑨ غرض جو سچّی برحق بات ہے وہ
ہم اُن کے سامنے لے آئے ہیں اور اِس میں ہرگز
کوئی شک نہیں کہ لازمًا یہ لوگ بالکل جھُوٹے ہیں ⑨⓪
اللہ نے کِسی کو بھی اَپنا بیٹا نہیں بنایا ہے۔ اور
نہ اُس کے ساتھ کوئی دُوسرا خدا اُس کا ساتھی ہے
اگر اَیسا ہوتا تو ہر خدا اَپنی مخلوقات کو اَپنی طرف
لے کر الگ ہو جاتا[1] اور پھر وہ ایک دُوسرے پر

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾
بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾
مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا
لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى

---

[1] "ہر خدا اپنی مخلوقات کو اپنی طرف لے جاتا" یعنی اپنی مخلوق کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا اور " ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا" یعنی اپنے قائم کیے ہوئے نظام کو کامیاب بنانا چاہتا۔ اس طرح کائنات کا پورا نظام درہم برہم ہو جاتا اس وقت کائنات کے نظام میں ایک وحدت اور ہم رنگی جو نظر آ رہی ہے وہ افراتفری سے بدل جاتی۔ کائنات کے اندر کثرتوں کے باوجود نظام کی وحدت کا ایک ہونا ایک منتظم کے ہونے کی قطعی دلیل ہے (فصل الخطاب)

بقول ڈاکٹر اقبال

ہو خورشید کا ٹپکے گا اگر ذرّے کا دل چیریں

ہمارے پرانے مفسرین نے خاص طور پر علامہ طبرسی نے فلسفیانہ انداز میں اس آیت کی تفسیر کی ہے اور اس قسم کی آیتوں کو "برہان تمانع" کا ماخذ بتایا ہے۔ (مجمع البیان)

غرض اللہ کا نہ کوئی بیٹا ہے جیسا کہ عیسائیوں نے سمجھا اور نہ کوئی بیٹی جیسا کہ مشرکوں نے سمجھا۔

***

www.drhasanrizvi.org

بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾
قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

چڑھ دوڑتے (کائنات کی ہم آہنگی، ارتباط، اُس کا
نظام، اُس کی مرکزیت اور وحدت سب تہس نہس
ہو کر رہ جاتی اور اس طرح پوری کائنات آناً فاناً
تباہ و برباد ہو جاتی اس لئے) پاک ہے اللہ اُن
باتوں سے جو یہ لوگ اُس کی طرف منسوب کرتے
ہیں ﴿۹۱﴾ وہ کُھلے اور چُھپے، دیکھے اور اَن دیکھے[۱] سب
باتوں کا جاننے والا ہے۔ (اِس لئے) وہ بلند و بالا
ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں ﴿۹۲﴾ ع
آپؐ کہئے کہ: "اے میرے پالنے والے مالک!
اگر تو اُس سزا کے وعدے کو جس سے اُنھیں ڈرایا جا
رہا ہے[۲]، مجھے میری آنکھوں سے دِکھلائے" ﴿۹۳﴾ تو
اَے میرے پالنہار! مجھے ظالم لوگوں میں شامل
نہ کرنا"[۳] ﴿۹۴﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم تمھاری آنکھوں

ع ۵ ۵ ۵

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے "غیب سے مراد وہ بھی ہے جو اب تک نہیں ہوا ہے اور شہادت سے مراد وہ ہے جو کچھ کہ ہو چکا ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۴ بحوالہ معانی الاخبار)

***

[۲] آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے موقع پر خطبہ میں فرمایا "اے لوگو! میں تمھیں خوب پہچانتا ہوں تم میرے بعد کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمھیں تلواروں سے ماروں گا" پھر آنحضرتؐ نے دوسری طرف توجہ فرمائی تو لوگوں نے کہا کہ جبرئیل آپ کو اشارہ کر رہے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے کہا "کہہ دیجئے کہ یا وہ مارنے والے علیؑ ابن ابی طالب ہوں گے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۵ بروایت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ)

***

[۳] رسولؐ کی زبان سے یہ دعا کرنا اس عذاب کی ہولناکی کا اظہار ہے تاکہ لوگ ڈریں ورنہ رسولؐ تو بے گناہ ہے مگر جب وہ بے گناہ اپنی امت کے گناہوں کے سبب اپنے بچے رہنے کی دعا کر رہا ہے تو عذاب کتنا شدید ہو گا (تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِنَّا عَلٰٓی اَنۡ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۹۵﴾
اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا
یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾
وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾ۙ
وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾
حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾ۙ

کے سامنے وہ چیز لے آنے کی پُوری پُوری قُدرت
رکھتے ہیں جس کی دھمکی ہم اُنھیں دے رہے ہیں ﴿۹۵﴾
(غرض) بُرائی کو اُس طریقے سے دفع یا ختم کیجئے
جو بہتر سے بہتر ہو[1]۔ رہیں وہ باتیں جو وہ بناتے
ہیں تو وہ ہم خوُب جانتے ہیں ﴿۹۶﴾ اور آپؐ تو یہ
کہا کیجئے کہ "اے میرے پالنے والے مالک! میں
تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں'
اُکساہٹوں اور بُرے خیالات سے[2] ﴿۹۷﴾ اور پناہ
مانگتا ہوں تجھ سے اَے میرے پالنہار! اِس سے
کہ وہ (شیاطین) میرے قریب آئیں[3]" ﴿۹۸﴾
(غرض یہ کافر اپنی بکواس سے باز نہیں آتے)
یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی مَوت آ
کھڑی ہوتی ہے' تو وہ کہتا ہے: " اَے میرے

---

[1] یعنی جب وہ شرک کی بری باتیں کہیں تو آپؐ ان کے مقابلے میں دلیل بیان فرمائیں اور اس طرح سمجھائیں اور خیر خواہی فرمائیں کہ وہ ان کے دلوں کو پلٹا سکے تاکہ وہ حق کی طرف مائل ہوں۔
رہی ان کی گالیاں، فقرے بازیاں اور طنز تو آپ ان کی کوئی پرواہ نہ کیجئے گا آپ تو نرمی ہی برتئے کیونکہ ہم ان کی بدمعاشیوں کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں اور اس لئے وقت آنے پر ہم خود ان کی اچھی طرح سے خبر لیں گے۔

***

[2] عارفین نے نتیجہ نکالا کہ وسوسوں کا امکان جب کاملین کے لئے بھی ہے تو بتدی کہاں بچ سکتے ہیں۔

***

[3] مگر شیاطین انبیاء کے دل میں وسوسے تو کیا ڈالیں گے ان کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتے ۔یہی اس دعا کا حاصل ہے۔(ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

لَعَلِّيٓ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ
هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ
يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾
فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ
وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾
فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾

پالنے والے مالک! مجھے (دُنیا میں پھر) پلٹا دے[۱] ﴿۹۹﴾
شاید کہ میں اَب نیک کام کروں (یا) اُمید ہے
کہ اَب میں نیک عمل کروں گا"۔ ہرگز نہیں۔ یہ
ایک بات ہے جو وہ بکے چلا جا رہا ہے[۲]۔ اور اَب
اُن (مرنے والوں کے) آگے ایک بُرزخ (یعنی موت
اور قیامت کے درمیان کا زمانہ[۳]) حائل ہے، اُس
دن تک جب وہ (اَپنے اعمال کے حساب وکتاب
کے لئے) اُٹھائے جائیں گے ﴿۱۰۰﴾ پھر جُوں ہی صُور
پھُونک دیا گیا تو پھر اُن کے درمیان کوئی خُونی
رِشتے باقی نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دُوسرے
کو پُوچھیں گے ﴿۱۰۱﴾ تو اُس وقت جِس کے (نیک
کاموں کا) پَلّہ بھاری ہوگا، تو وہ لوگ ہر طرح
کی بہتری، بھرپُور، پائیدار، حقیقی اور اَبدی کامیابی

۱؎ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جو شخص زکوۃ" نہ ادا کرتا ہوگا وہ موت کے وقت اپنی دنیا میں واپسی کی درخواست کرے گا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۵)

دنیا میں اس کی شامت یہ تھی کہ وہ غیب کو بھول گیا تھا پھر جب غیب کا عالم اس پر طاری ہوگا تو پھر وہ آخرت کو دوبارہ پہلے کی طرح بھول جائے گا۔

***

۲؎ یعنی اس کے اس بکتے رہنے سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اس کے اس جملے کی کوئی اصلیت یا حقیقت نہیں (مجمع البیان)

مفسرین نے ایک لطیف پہلو یہ لکھا ہے کہ منکر نے پہلے تو گھبرا کر خدا کو پکارا اور پھر ملائکہ عذاب کے سامنے گڑگڑانے لگا کہ "مجھے واپس کردو دنیا کی طرف" (مجمع البیان)

۳؎ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ:-

"برزخ دو[۲] چیزوں کے درمیان ثواب یا عتاب کی کیفیت کو کہتے ہیں"

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

حاصل کرنے والے ہوں گے (۱۰۲) اور جن کا (نیک کاموں کا) پلّہ ہلکا ہوگا، تو یہ وہی ہیں کہ جنھوں نے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنّم ہی میں پڑے رہیں گے (۱۰۳) آگ اُن کے چہروں کی کھال جھُلسا کر رکھ دے گی، اِس طرح کہ اُن کے جبڑے تک باہر نِکل نِکل آئیں گے (یا) اُن کی شکلیں بُری طرح بگڑ چکی ہوں گی (۱۰۴)

"کیا ایسا نہیں ہے کہ میری دلیلیں، باتیں اور آیتیں تمھارے سامنے پڑھی جاتی تھیں، تو تم اُنھیں جھُٹلاتے تھے؟" (۱۰۵) وہ کہیں گے: "اے ہمارے مالک! ہم پر ہماری کم بختی اور بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم واقعی گمراہ لوگ تھے (۱۰۶) اے ہمارے مالک! ہمیں یہاں سے نکال دے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳)
تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)
اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ (۱۰۵)
قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
ضَآلِّيْنَ (۱۰۶)

پچھلے صفحہ کا بقیہ

پھر امام نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! مجھے تمھارے بارے میں برزخ ہی کا خوف ہے۔ جب (قیامت میں) معاملہ ہم تک پہنچ جائے گا اس وقت ہمیں اپنے دوستور اور پیروکاروں کے بارے میں ہر طرح کا اختیار خدا سے مل جائے گا" (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۵)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے کسی نے پوچھا کہ ہم نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ "ہمارے شیعہ (دوست، محبت کرنے والے، پیروی کرنے والے) سب جنت میں ہوں گے"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "ہاں۔ میں نے سچ کہا تھا"۔ اس پر کہا گیا کہ گناہ تو بڑے بڑے بھی ہوتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ "قیامت میں نبیؐ یا وصی نبیؐ کی شفاعت سے تم سب جنت میں جاؤ گے۔ مگر مجھے تمھارے بارے میں عالم برزخ کا خوف ہے۔ اس پر کہا گیا کہ برزخ کیا ہے؟۔ امامؑ نے فرمایا "موت اور قبر سے لے کر قیامت تک (تفسیر صافی صفحہ ۳۳۵۔ بحوالہ تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾
قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾
اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا
فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾
فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰۤى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ

پھر اگر ہم ایسا قصور کریں تو ہم سراسر ظالم اور قصوروار ہوں گے"[۱] ﴿۱۰۷﴾ ارشادِ خداوندی ہوگا "دُور ہو میرے سامنے سے۔ پڑے رہو اِسی میں، مجھ سے بکواس نہ کرو ﴿۱۰۸﴾ (تم وہی لوگ تو ہو کہ) جب میرے بندوں میں سے کچھ لوگ کہتے تھے کہ: "اے ہمارے پالنے والے مالک! ہم نے تجھے دل سے مان لیا ہے۔ (یا) ہم اِیمان لے آئے ہیں۔ تُو ہمیں معاف کر دے۔ ہم پر رحم فرما۔ تُو سب رحم کرنے والوں سے کہیں زیادہ رحم کرنے والا ہے" ﴿۱۰۹﴾ تو تم نے اُن کو مذاق بنا لیا تھا (یا) تم اُن پر خوب خوب ہنسا کرتے تھے[۲] یہاں تک کہ (اِس مشغلے نے تمھیں یہ تک بُھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں (یا) یہاں تک کہ (اُن کی دُشمنی، ضد اور مذاق اُڑانے

[۱] معلوم ہوا کہ آخرت میں بڑے سے بڑا منکر حق اور مکذب بھی اقرار اور ندامت، حسرت و واویلا پر خود کو مجبور پائے گا۔

***

[۲] آج بھی کتنے نام کے مسلمان ہیں جو خود کو روشن خیال اور بڑا سمجھدار سمجھ کر سیدھے سادے دینداروں کا مذاق اڑانا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ مومنین اور اولیائے خدا کی بڑی شان ہوتی ہے آیت کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا جرم اس قدر بڑا ہے کہ سزا کے وقت صرف اقرار جرم کر لینے سے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تم نے دینداروں کا تمسخر کر کے حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں کو پامال کیا ہے۔ اس لئے تمہاری جسمانی سزا تو جہنم ہے اور روحانی سزا یہ ہے کہ اب دیکھ لو کہ تم جن کا مذاق اڑاتے تھے اور معاذ اللہ جن کو بے وقوف سمجھتے تھے انہیں کو ابدی، دائمی، حقیقی عظیم الشان کامیابی تمہاری آنکھوں کے سامنے عطا کی جا رہی ہے اور تم ان کی آنکھوں کے سامنے جہنم میں جھونکے جا رہے ہو۔

***

www.drhasanrizvi.org

مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ
الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾
قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْــٴَـلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿۱۱۳﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

کی دُھن نے) تمھیں میری یاد سے بھی بالکل غافل
کر دیا اور مجھے یاد کر لینا بھی بھُلا دیا۔ (کیونکہ) تم
نے اُن (دُعا کرنے والے) لوگوں کو مذاق بنا لیا
تھا اور تم اُن پر ہنستے تھے ﴿۱۱۰﴾ تو (آج) میں نے اُن
کے اُس صبر کا یہ پھل دیا ہے کہ اَب یقیناً وہی
کامیاب ہیں" ﴿۱۱۱﴾
(پھر اللہ اُن سے پُوچھے گا) "بتاؤ تم زمین
میں کتنے سال رہے ؟" ﴿۱۱۲﴾ اُنھوں نے جواب دیا
"ایک دِن' یا دن کا کچھ حِصّہ ہم وہاں ٹھہرے
ہیں۔ تو جو گِننے والے ہیں اُن سے پُوچھ لے[1]" ﴿۱۱۳﴾
اِرشاد ہوا کہ : "نہیں رہے تم مگر (اِس سے بھی)
بہت کم، اگر تم جانتے (یا) کاش تم نے اِس وقت
(کی مقدار کو) جانا ہوتا[2] ﴿۱۱۴﴾ تو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا

سلہ مطلب یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ ان فرشتوں سے پوچھ لو جو ہمارے دن دن گنتے رہتے تھے اور ہماری گھڑی گھڑی کی باتیں لکھا کرتے تھے جو ہم کیا کرتے تھے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۵ بحوالہ تفسیر قمی، ابن کثیر)

***

ﷺ یہ آیت اس عظیم حقیقت کا اظہار ہے کہ دور کائنات میں دنیا کی زندگی کا مختصر وقفۂ حیات نہایت ہی مختصر ہے مگر انسان ہے کہ اس مختصر ترین دور حیات کو ابدی حیات پر ترجیح دیتا ہے اس کی تو فکر پر فکر اسے کھائے جاتی ہے اور حیات ابدی کی طرف سے آنکھیں بالکل بند کئے رہتا ہے

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

وقت کا یہ دھوکہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے قرآن میں خود فرمایا "بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو جب کہ آخرت اس سے کہیں بہتر اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے" (قرآن)

یہ ساری بات ماضی کے صیغوں میں اس لئے بیان کی گئی ہے کہ یہ بات ہونا یقینی ہے کہ گویا یہ سب کچھ ہو ہی چکا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا
تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ

تھا کہ ہم نے تمھیں بے کار، فضول اور بے مقصد
پَیدا کر دیا ہے[1]؟ اور تمھیں ہماری طرف کبھی
پلٹنا ہی نہیں ہے؟" ﴿۱۱۵﴾ خدا (اَیسے بے کار،
فضول اور بے مقصد کام کرنے سے بہت) بلند و
بالا ہے۔ وہی حقیقی سلطنت کا مالک ہے۔ کوئی
خدا اُس کے سِوا نہیں۔ وہی مالک ہے عرشِ
بزرگ (یعنی) تمام کائنات کے عظیم الشّان تختِ
سلطنت کا ﴿۱۱۶﴾ تو جو کوئی اللہ کے ساتھ کِسی اور
خدا کو پُکارے یا کسی اور خدا کی دُہائی دے،
جس کے لئے اُس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے،
تو اُس کا حِساب کِتاب تو اُس کا مالک ہی اُس سے
(خوب اچھّی طرح سے) لے گا۔ اَیسے حق کے مُنکر
کافر، دین و دُنیا کی بھرپُور حقیقی اَبدی کامیابی

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اللہ نے کسی مخلوق کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ اور نہ اس کو بے مقصد (کسی نتیجہ پر پہنچائے بغیر) چھوڑ دے گا۔ خدا نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ ان کے سامنے اپنی قدرت کا اظہار کرے اور ان کو اپنی عبادت کی تکلیف (ذمہ داری) دے تاکہ وہ اس تکلیف کے ذریعے اس کی رضامندی کو حاصل کرکے اس کے مستحق بن جائیں۔

نیز یہ کہ خدا نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی نفع اٹھائے یا اپنے کسی نقصان کو دور کرے بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ خود ان کو نفع پہنچائے اور ان کو ابدی نعمتوں سے نوازے اور ابدی جنتوں میں داخل کرے۔

کسی نے امامؑ سے کہا۔ "ہم فنا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟" امامؑ نے فرمایا "نہیں! ہم بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ خدا کی جنت نہ کبھی زائل ہوگی اور نہ جہنم کبھی بجھائی جائے گی ہماری حالت تو بس یہ ہے کہ جیسے ہم کسی ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے گئے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۵ بحوالہ علل الشرائع)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور کسی بھی قسم کی بہتری نہیں پا سکیں گے (۱۱۷)

(اِس لئے) دُعا کیجئے:

اَے میرے پالنے والے مالک۔ اَے میرے پالنہار! مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم کر (کیونکہ) تو سَب رحم کرنے والوں سے اَچھا اور کہیں بہتر رحم کرنے والا ہے[۱] (۱۱۸)

ع ۶

آیاتہا ۶۴ سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتہا ۹

آیات ۶۴ سورہ "نُور" مدنی رکوعات ۹

("نُور" کا سورہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے جو سَب کو فیض پہنچانے والا مُسلسل بیحد رحم کرنے والا ہے ( )

یہ ایک سورہ ہے جس کو ہم ہی نے اُتارا ہے اور اِسے ہم نے فرض بھی کیا ہے (یا) مقرّر کیا

---

[۱] آخر میں کلام کو بہترین انداز سے ختم کرنے کے لئے اہل لسان کو دعائے مغفرت اور رحمت کی تلقین کی جا رہی ہے اور دعا کا طریقہ بھی بتلایا جا رہا ہے جو نہایت مختصر اور انتہائی جامع ہے۔

پیغمبر کا مغفرت چاہنا اول تو امت کے لئے ہے اور خود کے لئے ہے تو اس کے معنی (دامن سے ڈھانپ لینے کے ہیں)۔ پھر یہ سوال مغفرت نبی کے احساس کا نتیجہ ہے کہ خدا کی عظمت اور احسانات جو ان کی نگاہ میں ہیں ان کے مقابل میری اطاعت اور شکر بہت ناقص ہے۔ اس کمی شکر کو سامنے رکھ کر جو بے حد و انتہا عطاؤں کے مقابل ہے نبیؐ استغفار کرتا ہے۔ غرض ہر شخص کا استغفار اس کے مرتبے کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ گناہگار گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور متقین اپنی اطاعت کو اس کی بے انتہا نعمتوں کے سامنے کم سمجھ کر استغفار کرتے ہیں۔

غرض استغفار گناہوں اور کوتاہیوں کو مٹا دیتا ہے اور رحمت اقوال و اعمال میں توفیق خیر عطا کرتی ہے (ابن کثیر)

***

www.drhasanrizvi.org

بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ
جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ
عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②
اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ

ہے۔ اور اِس میں ہم نے کھُلی ہوئی واضح آیتیں، ہدایتیں، حقیقتیں، اصُول اور نِشانیاں اُتاری ہیں (تاکہ) شاید تم نصیحت قبول کرو (یا) سبق لو[1] ①

زنا کار عورت ہو یا زنا کار مَرد ہو، ہر ایک کو سَو سَو کوڑے مارو۔ اور تم کو اُن پر اللہ کی اطاعت میں ذرا رحم نہ آئے، اگر تم اللہ اور آخرت کو دل سے مانتے ہو۔ (نیز یہ کہ) اُن دونوں کو سزا دیتے وقت صاحبانِ اِیمان کا ایک گروہ موجُود ہونا چاہئے ② زنا کرنے والا مَرد نِکاح نہ کرے گا مگر زنا کار یا مشرکہ عورت کے ساتھ۔ اور (اِسی طرح) زنا کار عورت بھی نکاح نہ کرے گی مگر زنا کار یا مشرک مَرد کے ساتھ[2]۔ جب کہ اللہ

[1] حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو کیونکہ اس سورہ کی مرکزی تعلیم عورت کی عفت کی حفاظت ہے۔ اسی پر خانگی زندگی کی بقا کا دارومدار ہے۔ اسلام نے معاشرہ کی بنیاد خانگی اور خاندانی زندگی کو قرار دیا ہے۔

***

[2] یہ آیت ان لوگوں کو رد کر رہی ہے جو زانیہ عورتوں سے نکاح یا متعہ کو حلال سمجھتے ہیں۔ جب کہ وہ زناکاری میں مشہور ہوں۔ یہ آیت مکہ کی ان عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو زناکاری میں مشہور تھیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اس آیت کے مصداق وہ مرد اور عورتیں ہیں جو زنا کاری میں مشہور ہوں۔ ان سے نکاح جائز نہیں جب تک کہ ان کی توبہ بھی مشہور نہ ہو جائے۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے کسی نے پوچھا کہ خدا نے زانیہ کو مومنہ کیوں کہا؟ امامؑ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "زانی جس وقت زنا کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور چور جب چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۶ بحوالہ تفسیر قمی)

***

اور رسولؐ کو دل سے ماننے والے مومنین پر یہ چیز حرام کر دی گئی ہے (یعنی زانی مرد یا عورت جو توبہ نہ کرے، تو اُس کے لئے زنا کار یا مُشرک عورت یا مَرد ہی موزوں ہے۔ اور اہلِ اِیمان کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ جانتے بُوجھتے اَپنی لڑکیاں زنا کار مَردوں کو دیں، یا اَپنے اور اَپنی اَولاد کے نکاح زنا کار عورتوں سے کرائیں) (۳)

اَب وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر اُس پر چار[۴] گواہ پیش نہ کر سکیں (جو جنسی عمل کے چشم دید گواہ ہوں) تو اُنھیں اَسّی کوڑے مارو[۱]، اور پھر کبھی اُن کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ (کیونکہ حقیقتاً) اَیسے لوگ خود ہی فاسق و فاجر ہیں[۲] (۴) سوا اُن لوگوں کے جو

لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (۳)

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۴)

لہ کوڑوں کے مارنے کے سلسلے میں ایک قول تو یہ ہے کہ کوڑے ننگی پیٹھ پر مارے جائیں مگر فقہ جعفریہ میں روایت ہے کہ کوڑے کپڑوں کے اوپر مارے جائیں (بقول امام محمد باقرؑ از تفسیر تبیان)

کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "اگر وہ صدق دل سے توبہ کر لیں تو اب وہ فاسق بھی نہیں کہلائیں گے اور ان کی گواہی بھی قبول کی جائے گی"۔ فقہائے جمہور کی بھی یہی رائے ہے (مجمع البیان)

غور فرمائیں کہ خداوندعالم نے انسانی عزت کا کس شدت کے ساتھ تحفظ فرمایا ہے۔

اصل مذہب احترام آدمی است

ایک نہیں چار چار گواہ زنا کے ثبوت کے لئے درکار ہیں اور وہ بھی چشم دید۔ اگر ایک گواہ بھی کم ہو تو حد جاری نہ ہوگی، خود گواہ سزا پائیں گے کیوں کہ جب زنا شدید جرم ہے تو اس کا الزام لگانا بھی سخت ترین جرم ہوگا۔ دنیا کے کسی قانون میں انسانی عزت کا اس قدر احترام ملحوظ نہیں رکھا گیا (ماجدی)

* * *

www.drhasanrizvi.org

اِس کے بعد توبہ کرلیں اور (واقعاً) اپنی اِصلاح
بھی کرلیں - تو پھر اِس میں کوئی شک نہیں کہ
خدا بڑا معاف کرنے والا ، بڑا رحم کرنے والا ہے ۵

اَب وہ لوگ جو اَپنی ہی بیویوں پر زنا کاری
کا اِلزام لگائیں اور اُن کے پاس خود اُن کے
اَپنے سِوا کوئی دُوسرے گواہ بھی نہ ہوں تو اُس
ایک شخص کی گواہی (دینے کا طریقہ) یہ ہے کہ
وہ چار[1] مرتبہ اللہ کی قسم کھا کھا کر گواہی دے
کہ " یقیناً واقعاً وہ (اَپنے اِس اِلزام لگانے
میں بالکل) سچّا ہے " ۶ اور پانچویں بار کہے " اللہ
کی لعنت (یعنی) رحمتِ خدا سے دُوری ہو اُس پر
جو (اَپنے اِس اِلزام لگانے میں) جھُوٹا ہو " ۷

اور عورت سے سزا اِس طرح ٹل سکتی ہے

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۵

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ
لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الصّٰدِقِیْنَ ۶

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ
الْكٰذِبِیْنَ ۷

---

[1] امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ زنا میں چار گواہ کیوں قرار دیے گئے - حالانکہ قتل میں صرف دو گواہ چاہیئے ہوتے ہیں ؟ - آپ نے فرمایا کہ " اللہ نے متعہ حلال کیا مگر اسے اس بات کا علم تھا کہ وہ تم سے بند کر دیا جائے گا - پس اس نے تمہاری بھلائی کے لئے چار گواہوں کو طلب کیا - اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سزا پاجاتے - کیونکہ چار چشم دید گواہوں کا جمع ہونا بہت کم ہوتا ہے -

دوسری روایت میں ہے کہ امامؑ نے اِسی سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ " زنا میں سزا پانے والے دو ہوتے ہیں جب کہ قتل میں سزا پانے والا صرف ایک ہوتا ہے یعنی قاتل - نیز یہ کہ زنا کے معاملے میں یہ بھی جائز نہیں کہ ہر ایک کے خلاف دو دو الگ الگ گواہی دیں - بلکہ چاروں گواہوں کی گواہی اکٹھی ہونا ضروری ہے (تاکہ جرح اچھی طرح سے ممکن ہو) کیونکہ زنا کے معاملے میں مرد اور عورت دونوں کو سزا ملے گی " (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۸ بحوالہ علل الشرائع)

***

www.drhasanrizvi.org

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾
وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

کہ وہ بھی چار[۴] مرتبہ اللہ کی قسم کھا کھا کر گواہی دے کہ "یہ (مرد) حقیقتاً (اَپنے اِس اِلزام لگانے میں بالکل) جُھوٹا ہے" ﴿۸﴾ اور پانچویں دفعہ یہ کہے کہ "اُس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اُس کا شوہر) اَپنے اِس اِلزام لگانے میں سچّا ہو"[لہ] ﴿۹﴾ اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم اور اُس کی رحمت نہ ہوتی، اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تم پر بڑی توجّہ کرنے والا، بڑا معاف کرنے والا اور گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے، (تو شوہروں اور بیویوں کا ایک دُوسرے پر اِلزام لگانے کا معاملہ تمھیں سخت مشکل میں ڈال دیتا) ﴿۱۰﴾ ع

ع ۱۰

یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے بدکاری کی

لہ اِس عمل کو فقہ میں "لعان" کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ۔

(۱) شرعی عدالت میں مرد استغاثہ دائر کر سکتا ہے کہ اس کی بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے اس پر اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔ وہی چار چشم دید گواہ جو زنا کے ثبوت کے لئے ہوتے ہیں لیکن اگر شوہر گواہ نہ پیش کر سکے تو اسے کہا جائے گا کہ تم اس آیت میں بتائی ہوئی چار دفعہ قسمیں کھاؤ۔

(۲) اگر عورت صفائی پیش نہ کر سکے، خاموش رہے، اور قسم بھی نہ کھائے تب اس پر شرعی حد جاری ہو گی۔

(۳) لیکن اگر عورت جرم کا انکار کر دے اور اسی طرح قسم کھائے جیسی کہ اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ تو وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی اور اس قسم کی لعنت (لعان) کے وقت سے عدّہ کی مدت گزرنے کے بعد عورت جس سے چاہے نکاح کر سکے گی۔ (تفسیر مجمع البیان، فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لگائی ہے، وہ تمہارے ہی اندر کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے۔ اِس واقعے کو اَپنے لئے بُرا نہ سمجھو۔ بلکہ اِس میں بھی تمہارے لئے اَچھّائی ہےلے۔ جس نے اِس (جھوٹے الزام کو پھیلانے) میں جتنا حِصّہ لیا ہے، اُس نے اُتنا ہی گُناہ کمایا ہے۔ اور اُن میں سے جو شخص اُس کے بڑے حِصّے کا ذمّہ دار ہے (یا) جس نے اُس گناہ کی ذمّہ داری کا بڑا حصّہ اَپنے سَر لیا ہے، اُس کے لئے بہت ہی بڑی سزا ہے (۱۱) اَیسا کیوں نہ ہوا کہ جَب تم لوگوں نے اُس (تہمت کی افواہ) کو سُنا تو اِیماندار مَرد اور اِیماندار عورتیں اَپنوں کے لئے اَچھّا گُمان کرتے اور کہتے کہ "یہ تو ایک کُھلا ہوا بُہتان (یعنی) جھُوٹا اِلزام ہے" (۱۲) کیوں نہیں لائے وہ اِس پر چار؟

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۱)

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۱۲)

لے حضرت عائشہ پر تہمت لگنے کا سبب یہ ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق میں ان کے گلے کا ہار کھو گیا تھا تو وہ اس کی تلاش میں گئیں ان کے جانے کے بعد ان کا ہودج اونٹ پر سوار کر دیا گیا، اس خیال سے کہ وہ اپنے ہودج میں ہوں گی۔ قافلہ کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ ہار ڈھونڈنے کے بعد واپس آئیں تو معلوم ہوا کہ قافلہ جا چکا ہے۔ صفوان نامی شخص قافلے کے پیچھے رہ گیا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے خود پیدل مہار تھامے لشکر میں لے آیا۔ منافقوں کو موقع ہاتھ لگ گیا اور وہ طرح طرح کی گندی باتیں بنانے لگے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۸ بحوالہ الجوامع)

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ مشائخ اور رہنمایانِ دین کو اس بات پر غمزدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ منکرین ان پر کیسے کیسے الزام لگاتے ہیں۔ یہ بھی ان کے مرتبہ کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

گواہ؟ اب جب کہ وہ (چار[۴] چشم دید) گواہ نہیں لائے ہیں تو اللہ کے (قانون کے) نزدیک وہی جھوٹے ہیں ⑬ اگر تم لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل و رحم نہ ہوتا، تو جن باتوں کا چرچا تم نے کیا تھا اُس کی سزا میں بڑا سخت عذاب تمھیں آلیتا ⑭ (اُس وقت تم کتنی بڑی غلطی کر رہے تھے کہ) جب تمھاری ایک زبان سے دُوسری زبان اُس جھُوٹ کو سُناتی ہی چلی جا رہی تھی۔ اور تم اپنے مُنہ سے وہ کچھ بکے ہی چلے جا رہے تھے جس کے متعلق تمھیں خود کوئی علم تک نہ تھا۔ جب کہ (غضب کی بات تو یہ تھی کہ) تم اُسے ایک بہت ہی معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑی[لے]

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ أَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑭ إِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮

لے یعنی اول تو کسی پاکدامنہ عورت کو بدنام کرنا بجائے خود ہی بڑی سخت معصیت ہے۔ پھر وہ بھی زوجہِ رسولؑ جو مومنین کی ماں ہے۔ اس الزام سے رسول[ؐ] کو بھی سخت اذیت ہوگی اور تمام مومنین کو بھی۔ ویسے بھی اللہ کے نزدیک کسی بھی عورت پر جھوٹی تہمت لگانا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اس کو اکبر الکبائر میں شامل کیا گیا ہے جو زنا سے بھی بڑھ کر ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

بات ہے[۱] (۱۵)

اور کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب تم نے اُسے سُنا
تو تم نے کہہ دیا ہوتا کہ " ہمیں یہ زیب ہی
نہیں دیتا کہ ایسی (بُری) بات مُنہ سے نِکالیں۔
توبہ توبہ ! یہ تو بہت ہی بڑا جھُوٹا اِلزام ہے" (۱۶)

اللہ تم کو سمجھاتا اور نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ
کبھی دوبارہ ایسی بات مُنہ سے نہ نکالنا' اگر تم
خدا اور رسولؐ کو دل سے ماننے والے اِیماندار
ہو (۱۷) اللہ تمھارے لئے اپنی باتیں صاف صاف
کھول کھول کر بیان کرتا ہے (کیونکہ) وہ تمام باتوں
کا اچھّی طرح جاننے والا (علیم) اور گھری مصلحتوں
کے مطابق بالکل ٹھیک کام کرنے والا
(حکیم) ہے (۱۸)

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۱۶)
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ (۱۷)
وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۸)

---

[۱] عام لوگ غیبت اور تہمت کو تفریح کا ذریعہ سمجھتے ہیں ادب کا حصہ بناتے ہیں۔
کہاں مے خانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پہ اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے
گویا کسی کو بدنام کرنے میں چاہے خود بھی بدنام ہو جائیں مگر تفریح تو ملی لطف کلام تو آیا۔ ایک دلچسپ مشغلہ تو ہاتھ آیا۔ جب کہ خدا کے نزدیک یہ گناہ کبیرہ ہے جو کسی طرح زنا سے کم نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ
آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾
وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ ع ۸
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن
يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَ

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت
میں بدکاری اور فحش باتیں پھیلیں[1] ، اُن کے لئے
دُنیا اور آخرت میں بڑی ہی سخت تکلیف دینے
والی سزا ہے۔ اللہ (اُس سزا کو) جانتا ہے اور
تم نہیں جانتے ﴿۱۹﴾ اگر تم پر اللہ کا فضل اوراُس
کا رحم وکرم نہ ہوتا ، اور یہ بات بھی نہ ہوتی کہ
اللہ بڑا شفیق اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے
(تو تم پر اللہ کا وہ سخت عذاب کب کا آ
چکا ہوتا) ﴿۲۰﴾ ع
ع ۸ ۲
(اِس لئے) اَے اِیماندارو! شیطان کے قدم
بہ قدم نہ چلو۔ (اِس لئے کہ) جو شیطان کے پیچھے
پیچھے چلے گا تو وہ اُسے فحش ، گندے اور بُرے
کاموں ہی کے لئے کہے گا۔ اور اگر تم پر اللہ کا

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جو شخص کسی مومن یا مسلمان کے بارے میں کوئی بری بات بیان کرے جو اس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھی اور دونوں کانوں سے سنی ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے"
حضور اکرمؐ نے فرمایا "جس شخص نے کسی برائی کی بات کو شہرت دی تو وہ ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اسی نے سب سے پہلے خود اس برائی کو انجام دیا" (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹ بحوالہ کافی وامالی وتفسیر قمی)

بدکاری کی اشاعت یا فحش باتوں کو پھیلانے کے معنی یہ ہیں کہ ایسے جرائم عام کئے جائیں۔ ان کی ترغیب دی جائے مثلاً بقول شاعر۔
ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکہ تو نہیں ڈالا ، چوری تو نہیں کی ہے
اس طرح بڑے بڑے جرائم کو چھوٹا کر کے پیش کرنے سے لوگوں میں ایسے جرائم کے ارتکاب کی ترغیب ہوتی ہے

***

www.drhasanrizvi.org

فضل و کرم اور اُس کی رحمت نہ ہوتی، تو تم
میں سے کوئی شخص کبھی بھی پاک صاف نہ ہو
سکتا۔[1] (یعنی شیطان کے وسوسوں کے نتیجہ میں
کوئی شخص خود اَپنے بَل بُوتے پر بُرائیوں سے
نہیں بچ سکتا تھا۔ نیز خدا کا توبہ قبول کر لینا
بھی ہماری پاکی کا سبب بنا ہوا ہے) لیکن
اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔
(کیونکہ) اللہ (تمہاری توبہ کا) بہت سُننے والا اور
(تمہاری کمزوریوں کا) خُوب جاننے والا ہے (۲۱)
اور جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں
وہ (اپنے) رشتہ داروں اور مسکینوں کو اور اللہ
کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ دینے سے
قسم نہ کھا بیٹھیں۔ چاہیئے کہ معاف کرتے رہیں۔

الْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى
مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَ
اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۱)
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا
اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ

---

[1] اِس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی برائیاں مشہور کرنے میں شیطان کی پیروی نہ کرو۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹)
'فحش' یعنی گندی باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں کہ جن کی برائی حد سے بڑھی ہوئی ہو اور "منکر" سے مراد وہ کام ہیں جو شریعت اور عقل دونوں اعتبار سے ممنوع ہوں" (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹)

دوسروں کے گناہوں کو بیان کرنے کا ایک مقصد اپنی پاکبازی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں اس کی جڑ کاٹی جا رہی ہے کہ اگر تم پاکباز ہو تو اس پر ناز نہ کرو۔ یہ خدا کا احسان اور توفیق ہے کہ تم کو گناہ کے مواقع نہ ملے یا تم ان مواقع سے بچ سکے۔ اس لئے دوسروں کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اس کو اچھالنا ٹھیک نہیں بلکہ ان کے عیب کو چھپاؤ۔ ان کے لئے دعا کرو۔ بہت نرم انداز میں تنہائی میں نصیحت کرو اور اپنے معاملے میں بھی اور برائی کے اچھالنے میں خدا سے بہت ڈرتے رہو۔

بقول شاعر۔

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

***

www.drhasanrizvi.org

وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۲﴾

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۙ ﴿۲۳﴾

يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَـتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾

يَوۡمَـئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَـقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ

کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمھارے قصور معاف کرتا رہے۔ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے[1] (۲۲)

جو لوگ پاک دامن بے خبر ایماندار عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے، اور اُن کے لئے بڑی ہی سخت سزا ہے (۲۳) (وہ لوگ اُس دن کو نہ بھُولیں) جس دن خود اُن کی زبانیں اور خود اُن کے ہاتھ پیر خود اُن کے خلاف، اُن تمام کاموں کے متعلق گواہی دیں گے جو کچھ کہ وہ کیا کرتے تھے (۲۴)

اُس دن اللہ اُن کو اُن کا پُورا پُورا بدلہ دے گا اور اُنھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی "حق" ہے اور واضح طور پر سچ کو سچ کرکے کھول دینے

---

[1] یہ آیت اُن اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے قسم کھائی تھی کہ جن لوگوں نے (حضرت عائشہ یا حضرت ماریہ قبطیہ پر) تہمت کے بارے میں باتیں کی تھیں ان کے ساتھ کبھی کوئی ہمدردی نہ کریں گے اور نہ ان کو صدقہ دیں گے (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹ بحوالہ الجوامع)
محققین نے نتیجہ نکالا کہ جرم کی حد سے زیادہ سزا دینا جائز نہیں اہل سنت کے مفسرین اور علامہ طبری نے بھی ایک صحابی مسطح کا نام لکھا ہے جنھوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے اور اس کا چرچا کرنے میں خوب حصہ لیا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس شخص کی کفالت کیا کرتے تھے اس کے بعد انہوں نے عہد کر لیا کہ اب اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر علی ابن ابراہیم، تفسیر تبیان و فصل الخطاب)

***

والا ہے (یا) اُنھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی
وہ حق ہے جو بالکل روشن اور نمایاں ہے ﴿۲۵﴾
ناپاک باتیں، ناپاک لوگوں کے لئے ہوتی ہیں
اور صاف سُتھری باتیں صاف سُتھرے آدمیوں کے
لئے ہوتی ہیں۔ اور صاف سُتھرے لوگ صاف سُتھری باتوں
کے لئے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بَری ہوتے ہیں اُن
باتوں سے جو وہ لوگ بناتے ہیں۔ اُن کے لئے اللہ
کی معافی (یا) اللہ کی چھائی ہوئی ڈھک لینے
والی رحمت، اور عزّت والی روزی ہے[۱] ﴿۲۶﴾ ع
اَے لوگو جو اِیمان لائے ہو، اپنے گھروں
کے سوا دُوسرے گھروں میں داخل نہ ہو، جب
تک کہ اِجازت حاصل نہ کر لو، اور اُس گھر والوں
پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ توقّع ہے

ع ۳ / ۹

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾
اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ
الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ
مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ
كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا
غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓى اَهْلِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ بری باتیں، برے کام، بری عورتیں، برے مرد وغیرہ برے مردوں اور بری عورتوں کے لئے موزوں ہیں۔ وہی برے لوگ تو برے کام بھی کرتے ہیں، ان کو سنتے اور بیان بھی کرتے ہیں، تسلیم وتصدیق بھی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس نیک کام، اچھی باتیں، اچھے مرد، اچھی عورتیں، اچھے اچھے کاموں کے لئے موزوں ہیں۔ اچھے مرد اچھی عورتوں کے لئے اور اچھی عورتیں اچھے مردوں کے لئے موزوں ہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

ایک جیسے لوگ ایک جیسے لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں، کبوتر کبوتروں کے ساتھ اور باز بازوں کے ساتھ اڑتے ہیں۔ (ملخص از تفسیر صافی صفحہ ۳۴۹ بحوالہ تفسیر قمی)

اہل سنت کے مفسرین نے یہ آیت صاف ستھرے مرد اور عورتوں کے نکاح کے لئے بیان کی ہے۔ جب کہ عربی میں خصائل، عادات اور اوصاف کے لئے

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا
فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

کہ تم اِس بات کا خیال رکھو گے ﴿۲۷﴾ پھر اگر تم وہاں کِسی کو نہ پاؤ، تو داخل بھی نہ ہو۔ جب تک کہ تم کو اِجازت نہ دے دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ 'واپس چلے جاؤ' تو تم واپس ہو جاؤ۔ یہی تمھارے اخلاق کی درُستی کا بہترین ثبوت ہوگا (یا) یہی تمھارے لئے زیادہ صاف سُتھرا، پاک و پاکیزہ طریقہ ہے (یعنی اِس کا بُرا نہ ماننا۔ کیونکہ یہ ایک آدمی کا بُنیادی اِنسانی حق ہے کہ وہ اگر کِسی سے، کِسی وقت، نہ مِلنا چاہے تو اِنکار کر دے۔ اَیسی واپسی اِنسانی حقوق کو تسلیم کرنے کا واضح ثبوت ہے) اور اللہ اُن کاموں کو جو تم کرتے ہو خُوب جاننے والا ہے ﴿۲۸﴾ البتہ تمھارے لئے اِس میں کوئی حرج نہیں ہے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

بھی مؤنث ضمیر استعمال ہوتی ہیں جیسا کہ جاہلیت کے عظیم شاعر متنبیٰ نے کہا ہے

ان الکرائم کفوالکرماء

یعنی شریفانہ اوصاف کے لئے شریف لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے علماء نے ترجمہ کیا "خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہوتی ہیں۔ اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے"

اس طرح انہوں نے تمام ازواج رسولؐ کی فضیلت کو ثابت کیا ہے جب کہ قرآن کی واضح آیتیں لوط پیغمبر کی ازواج کی مذمت کر رہی ہیں۔

نیز یہ سمجھنا کہ رسولؐ کی کسی بی بی کو اس الزام سے بری کیا گیا ہے تو اس میں ان کی عظیم فضیلت ہے بات بنتی دکھائی نہیں دیتی کسی کیلئے بھی یہ کہنا کہ وہ بدکار نہیں زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی فضیلت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ اس کی عصمت کو ثابت کرتا ہے (ملخص از فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ
مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا
فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ

کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں[1] اور جن میں تمہارے فائدے یا کام کی کوئی چیز موجود ہو۔ تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ بھی چھپاتے ہو، سب کی اللہ کو خوب خبر ہے ﴿۲۹﴾

حق کو دل سے ماننے والے ایمانداروں (یا) مومنین سے کہئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں[2] (یعنی) بدکاریوں سے بچیں۔ یہ اُن کے اخلاق کی درستی کا بہترین ثبوت ہے (یا) یہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقۂ کار ہے۔ جو کچھ بھی کہ وہ کرتے ہیں، اللہ اُس سے اچھّی طرح واقف ہے ﴿۳۰﴾ اور حق کو دل سے ماننے والی ایماندار مومنات سے بھی کہئے کہ وہ

---

[1] "کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہو" سے مراد سرائیں، کھنڈر، تجارتی مراکز، دوکانیں، دفتر وغیرہ کے لئے گئے ہیں۔ کیونکہ اجازت کی ضرورت خاص طور پر وہاں ہوتی ہے۔ جہاں کوئی نامحرم ہو کیونکہ ان مقامات پر عورتیں نہیں ہوتیں لہذا اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (لیکن اگر ایسا لکھا ہو تو پھر اجازت لینا ضروری ہے) (تفسیر مجمع البیان) ***

[2] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم آیا ہے وہاں زنا سے حفاظت مراد ہے۔ سوا اس آیت کے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ چھپانے جانے والے جنسی اعضاء کو دوسروں کی نظروں سے چھپایا جائے۔ پس کسی مومن مومنہ کے لئے یہ حلال نہیں کہ دوسرے کی ستر کو دیکھے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۰ بحوالہ تفسیر قمی، تفسیر علی ابن ابراہیم)۔
یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ بھی ہو کہ پوشیدہ اعضاء پر نظر نہ ڈالیں اور یہ بھی کہ حرام کاری سے خود کو بچائے رکھیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اَپنی نظریں نیچی رکھّا کریں۔ اور اَپنے پوشیدہ اعضاء کی حفاظت کیا کریں (یعنی) ناجائز جنسی عمل سے خود کو محفوظ رکھّا کریں۔ (اِسی غرض سے)[1] اَپنا بناوٗ سِنگھار[لہ] ظاہر نہ کیا کریں، سِوا اُس کے جو اُوپر سے ازِ خود ظاہر ہو جائے۔ اور[2] اُن کو چاہیئے کہ اَپنی اوڑھنیوں کو لٹکا کر اَپنے سینے اور گریبان پر ڈالے رکھیں۔ اور اَپنے بناوٗ سنگھار کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سِوا اَپنے شوہروں یا اَپنے باپ داداوٗں یا اَپنے شوہروں کے باپ داداوٗں، یا اَپنی اَولاد کے، یا اَپنے شوہروں کی اَولاد کے، یا اَپنے (سگے) بھائیوں یا اَپنے بھتیجوں، بھانجوں، اپنی عورتوں یا اَپنے غلاموں یا اُن نوکر چاکر مَردوں کے جن میں جِنسی خواہش ہی باقی نہیں

فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

لہ زینت سے مراد بھڑکدار لباس، سرمہ، انگوٹھی، انگلیوں کی انگوٹھیاں ہاتھوں کی مہندی کنگن وغیرہ۔ زینت تین قسم کی ہوتی ہیں۔
(۱) عام لوگوں کی زینت۔ (۲) محرموں کی زینت۔ (۳) خاوند کے لئے زینت۔ عام لوگوں کی زینت کا تو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ محرموں کی زینت گلے کے ہار سے اوپر اوپر اور خلخال اور پازیب کے نیچے ہے اور بازو بند سے لے کر انگلیوں تک ہے اور شوہر کے لئے پورا جسم (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۰ بحوالہ تفسیر قمی)

پہلے کی آیتیں مردوں کے لئے تھیں یہ آیت عورتوں کے لئے ہے۔

(۱) نظروں کا بچائے رکھنے سے مراد یہی ہے کہ مردوں پر غیر ضروری نگاہ نہ ڈالیں۔ (۲) جنسی نگاہ سے پرہیز کریں۔ (۳) زینت کے مقامات خاص طور پر سر و سینہ بھڑکدار لباس وغیرہ کی نمائش نہ کریں۔ (۴) ایسی چال نہ چلیں جس میں جھنکار پیدا ہو۔

جب پیروں کی آواز تک سنوانا جائز نہیں تو نامحرموں کی نگاہوں کا مرکز بننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے (ملخص از تفسیر فصل الخطاب)

* * *

www.drhasanrizvi.org

رہی ہے، اور وہ بچّے جو عورتوں کی پوشیدہ
باتوں سے ابھی واقف ہی نہ ہوئے ہوں۔ (نیز
یہ کہ عورتیں) اَپنے[3] پیر زمین پر زور سے مارتی ہوئی
نہ چلا کریں کہ جو بناؤ سنگھار وہ چھپائے ہوئے ہیں
وہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ تو اَے[4] ایماندارو! تم
سب مِل کر اللہ کی طرف پُوری طرح توجّہ کرتے
ہوئے اُسی سے لَو لگاؤ (یا) اُس سے توبہ کرو شاید
(اِس طرح) تم دین و دُنیا کی بہتری اور بھرپُور
اَبدی حقیقی کامیابی حاصل کر لو (۳۱)
اور[5] شادی کرو بے شوہر عورتوں[1] اور نیک چلن
مَردوں کی، اَپنے غلاموں اور کنیزوں سے۔ اگر وہ
غریب ہوں گے تو اللہ اَپنے فضل و کرم سے اُن کو
دَولت مَند یا غنی کر دے گا[2]۔ (کیونکہ) اللہ بڑی

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا
يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۗ وَ
تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾
وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ

۱؎ "ایّم" ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو۔ خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ۔ ابو عبید نے کہا کہ ایم سے مراد غیر شادی شدہ مرد بھی ہیں۔ لیکن اس لفظ کا اکثر استعمال عورتوں کے لئے ہوتا ہے (فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۲۶، لغات القرآن، نعمانی جلد ۵ صفحہ ۳۱۵، تفسیر تبیان)

۲؎ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "یہ خدا کے ساتھ بدگمانی ہے اور بے اعتمادی ہے کہ ہم غربت کے خوف سے نکاح نہ کریں جب کہ خدا نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ "اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے گا" (تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

وسعت دینے والا بھی ہے اور (سب کے معاشی اور دیگر تمام حالات کا خوب) اچھّی طرح سے جاننے والا بھی ہے ﴿۳۲﴾ اور[۶] جو لوگ (کسی بھی وجہ سے) شادی کرنے کا موقع نہ پا سکیں، تو اُنھیں چاہئے کہ ضبطِ نفس سے کام لے کر جنسی بدکاریوں سے بچے رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ اُن کو اَپنے فضل و کرم سے وسعتِ رزق عطا کر کے غنی کر دے (یعنی مالی اعتبار سے خود کفیل ہو کر اپنی مالی ذمّہ داریاں برداشت کر سکیں۔ اور جو تمھارے مملوکہ غلاموں اور کنیزوں میں سے (تمھیں) معاوضہ دے کر (اپنی آزادی کا معاہدہ لکھنا چاہیں، تو ان سے معاوضہ لے کر اُن کو آزاد کرنے کا معاہدہ لکھ لو۔ اگر تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اُن کے اَندر کسی طرح[ا]

[ا] مکاتبت ایک معاملہ ہے جو آقا اور غلام کے درمیان ہوتا ہے کہ اگر غلام اپنے آقا کو اس قدر رقم ادا کر دے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "خیر" یعنی اچھائی یا بھلائی یا خوبی سے مراد یہ ہے کہ وہ کلمہ توحید کی گواہی دے اس کا قائل ہو اور اس کے ہاتھ میں کوئی ایسا ہنر ہو جس سے وہ اپنی روزی کما سکے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۱ بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ)

***

www.drhasanrizvi.org

أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَ
آتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا
فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ

کی بھلائی ہے (یعنی یہ معلوم ہو کہ (۱) وہ کنیز یا غلام معاوضہ کی رقم کما کر اَدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں (۲) اور وہ اَپنے معاہدہ کو پُورا کرنے والے بھی ہیں (۳) اور اُن میں کوئی اِسلام دُشمنی یا مسلمانوں کے لئے بُغض و عناد کے جذبات نہیں ہیں کہ وہ آزاد ہو کر مسلم معاشرہ کو نقصان پہنچائیں۔ غرض یہ کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایک آزاد ذمّہ دار اَچّھے شہری بنیں گے، نہ کہ آستین کے سانپ، تو) اُن کو اُس مال میں سے بھی دو جو اللہ نے تمھیں دیا ہے (تاکہ وہ اَپنا کوئی کام شروع کر کے کمائی کر سکیں اور تمھاری غلامی سے آزاد ہو جائیں) اور اَپنی جوان کنیزوں کو، اگر وہ اَپنے کو بُرائیوں بدکاریوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہیں، بدکاری اور[1]

---

[1] "بدکاری اور زناکاری پر مجبور نہ کرو" کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ عرب اور قریش لونڈیاں خرید لیتے تھے اور ان پر بھاری اجرتیں مقرر کر دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ جاؤ خوب زنا کرو اور کمائی کر کے لاؤ۔ تو اللہ نے ایسے برے کام سے منع فرما دیا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۱ بحوالہ تفسیر قمی)

حرام کاری اور زنا سے پرہیز کرنے کو "عفت" کہتے ہیں خدا کا یہ فرمانا کہ "اگر وہ اپنے کو برائیوں اور بدکاریوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہیں" کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ مشروط ممانعت ہے بلکہ اصول فقہ میں شرائط کی بحث میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ شرط اشتراط کی غرض سے نہیں۔ بلکہ مالکوں یا سرپرستوں کے شرمناک طرز عمل کو شدت کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ عورتیں تو برائی سے بدکاری سے بچنا چاہتی ہیں اور تم کیسے بدکار ہو کہ انہیں بدکاری پر مجبور کر رہے ہو۔ اب اگر وہ خود بدکاری سے بچنا نہیں چاہتی ہوتیں تو مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ
اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٣٣
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ
خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ٣٤

زنا کاری پر مجبور نہ کرو۔ صرف اِس لئے تاکہ تم کچھ دُنیوی زندگی کا سازوسامان حاصل کرلو۔ جو کوئی بھی اُن کو بدکاری پر مجبور کرے گا، تو اللہ اُن کو تو مجبور کئے جانے کے بعد بہت معاف کر دینے والا اور (اُن پر) بے حد رحم کرنے والا ہے[1] (مگر مجبور کرنے والوں کی خوُب اچھی طرح سے خبرلے گا) ٣٣

غرض ہم نے صاف صاف، کھُلی کھُلی نِشانیاں، دلیلیں، حقیقتیں اور آیتیں تمھارے پاس اُتاردی ہیں۔ اور اُن لوگوں کی عِبرتناک مثالیں بھی تمھارے سامنے پیش کردیں جو تم سے پہلے گزرچکے ہیں، اور وہ ہدایتیں اور نصیحتیں بھی کردی ہیں جو "متقین" (یعنی) حقیقی اَبدی تباہی و بربادی سے ڈرنے اور

[1] آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ "اللہ ان کو مجبور کئے جانے کے بعد بہت معاف کر دینے والا اور (ان پر) بے حد رحم کرنے والا ہے"۔ اس کا تعلق ان بے چاروں سے ہے جن کو مجبور کیا گیا۔ ان ظالموں سے نہیں جو ان کو بدکاریوں پر مجبور کر کے دولت کماتے تھے (تفسیر مجمع البیان)

***

اگلے صفحہ کا بقیہ

مصباح یعنی چراغ سے مراد حضورؐ کا نور علم اور نبوت ہے۔ اور چراغ کا ایک شیشے کی چمنی کے اندر ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کا علم حضرت علیؑ کے سینۂ مبارک میں ہے اور خدا کا یہ قول کہ "جو نہ مشرق کی طرف کا ہے اور نہ وہ مغرب کی طرف کا" سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ نہ یہودی ہیں، نہ نصرانی ہیں۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "کچھ دور نہیں کہ اس کا تیل آپ ہی آپ از خود بھڑک اٹھے" کا مطلب یہ ہے کہ (کثرت علم کی وجہ سے) آل محمدؐ کا علم قبل اس کے کہ وہ کلام کریں از خود دہن مبارک سے نکلنے کو بے تاب ہے۔ اور "روشنی پر روشنی" (نورٌ علیٰ نور) سے مراد یہ ہے کہ "ایک امام کے بعد دوسرا امام (قیامت تک) آتا رہے گا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۱۔ بحوالہ التوحید)۔

***

www.drhasanrizvi.org

رکوع ۱۰

پرکھنے والوں کے لئے ہوتی ہیں ﴿۳۴﴾ ع

اللہ آسمانوں اور زمین کی روشنی، نورُ یا
اُجالا ہے[۱]۔ اُس کی روشنی کی مثال اَیسی ہے
جیسے ایک طاق میں چراغ رکھّا ہو۔ اور وہ چراغ شیشے
کی ایک چمنی کے اَندر ہو۔ اور اُس کا شیشہ اَیسا ہو
جیسے موتی کی طرح چمکتا دمکتا ہوا تارا۔ اور وہ چراغ
زیتون کے ایک اَیسے مبارک درخت کے تیل سے
رَوشن کیا جاتا ہو، جو نہ مشرق کی طرف کا ہے، اور
نہ مغرب کی طرف کا۔ کچھ دُور نہیں کہ اُس کا تیل
آپ ہی آپ، از خود بھڑک اُٹھّے، چاہے آگ
نے اُسے چھُوا تک نہ ہو۔ (اُس چراغ کی رَوشنی اَیسی
تند و تیز ہو کہ) روشنی پر روشنی (یا) نُور پر نُور
(دکھائی دے)۔ اللہ اَپنی روشنی کی طرف جس کو

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا
مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ
دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ
نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ

---

[۱] روشنی کا کام چیزوں کو سامنے لانا ہے اور خدا وہ ہے جو عدم کے اندھیرے سے کائنات کو عالم شہود اور وجود کی روشنی میں لایا۔ کائنات کو خلق فرما کر سامنے لایا۔ اس لئے خدا کی ذات پر روشنی یا نور کا لفظ پوری طرح صادق آتا ہے۔ نیز روشنی کا کام رہنمائی کرنا ہے اور اللہ رہنمائے حقیقی ہے اس لئے بھی وہ نور اکمل ہے (تفسیر تبیان)

"اللہ تو آسمانوں اور زمین کا نور (روشنی) ہے" کی تفسیر میں حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ "اللہ آسمانوں کے رہنے والوں کا بھی ہادی ہے اور زمین کے رہنے والوں کا بھی۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۱) یاد رہے کہ نور اسی چیز کو کہتے ہیں جو خود بھی منور ہو اور دوسرے کو بھی منور کر دے۔ جو راستہ دکھا سکے۔ خدا رہنمائے حقیقی ہے مگر اس کی یہ ہدایت قرآن، رسولؐ اور امامؑ کے ذریعہ انجام پاتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اللہ نے یہ مثال ہمارے متعلق بیان کی ہے"۔ "مثل نورہ" (یعنی) اس کی "روشنی کی مثال" تو مثال سے مراد حضور اکرمؐ ہیں مشکوۃ یعنی طاق سے مراد حضور اکرمؐ کا سینہ مبارک ہے اور

بقیہ پچھلے صفحہ پر

اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ
عَلِیۡمٌ ۙ﴿۳۵﴾
فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ
یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ
وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا
تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ ﴿۳۷﴾ ٭ۙ

چاہتا ہے راستہ دِکھاتا ہے۔ اور وہ لوگوں کو مثالیں
دے دے کر بات سمجھاتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کا خوب
اَچھّی طرح سے جاننے والا ہے ﴿۳۵﴾ (خدا کی روشنی کے
یہ چراغ) اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جن کے
لئے اللہ نے یہ طے کر دیا ہے کہ وہ گھر بلند کئے جائیں [۱]
(یا) اُن کا ادب کیا جائے اور اُن گھروں میں اللہ
کے نام کو یاد کیا جائے۔ اُن گھروں میں (اَیسے لوگ)
صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے ہیں، ﴿۳۶﴾ جِن لوگوں
کو تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کی یاد سے
اور نماز کو پابندی کے ساتھ اَدا کرتے رہنے سے،
اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کر دیتی (کیونکہ) وہ
لوگ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن دل،
کلیجے اور نگاہیں اُلٹ پلٹ جائیں گی ﴿۳۷﴾ تاکہ اللہ

---

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

"ان گھروں" سے مراد انبیاءؑ کے گھر ہیں اور حضرت علیؑ کا گھر انہیں میں داخل ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۲ بحوالہ تفسیر قمی)

نیز ان گھروں سے مراد مسجدیں۔ انبیاءؑ کے گھر اور آل رسول کے گھر ہیں جب اس آیت کی تفسیر حضور اکرمؐ سے پوچھی گئی اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا گیا کہ کیا یہ گھر بھی ان گھروں میں شامل ہیں؟ تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا" نعم۔ من افاضلہا" یعنی ہاں بلکہ یہ گھر ان کے سب سے افضل گھروں میں سے ہے" (تفسیر مجمع البیان)

بلندی سے مراد مادی بلندی نہیں۔ روحانی، حقیقی، معنوی اور مرتبہ کی بلندی مراد ہے (راغب) اور معنوی یا حقیقی بلندی کا تقاضہ یہی ہے کہ ان گھروں کی تعظیم کی جائے۔ مسجدوں (امام بارگاہوں) کی طہارت کا خیال رکھا جائے ان کا ذکر تعظیم کے ساتھ کیا جائے۔ (تفسیر کبیر امام رازیؒ جصاص عن مجاہد)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۳۹

اُنھیں (بہترین) معاوضہ دے (اُن کے) بہترین کاموں کا جو اُنھوں نے کیئے۔ اور اُنھیں اَپنے فضل و کرم سے اور زیادہ عطا کرے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حدّ و حساب دیتا ہے[۱] ۳۸

(اِس کے برعکس) جن لوگوں نے اَبدی حقیقتوں یا خدا اور رسولؐ کے ماننے سے اِنکار کیا، اُن کے کاموں کی مِثال اَیسی ہے جیسے بے پانی کے صحرا میں سَراب ہو کہ پیاسا تو اُسے پانی سمجھے ہوئے تھا، مگر جب وہاں پہنچا تو وہاں کچھ بھی نہ پایا۔ بس اللہ کو اُس کے پاس موجود پایا۔ تو اللہ نے اُس کا پُورا پُورا حساب (وہیں) چکا دیا اور اللہ بڑی تیزی کے ساتھ حساب لینے والا ہے[۲] ۳۹

یا پھر اُس کی مثال اَیسی ہے جیسے ایک گھرے

---

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی تجارت خرید و فروخت کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں (تفسیر تبیان و جصاص)

مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو حقوق النفس اور حقوق الناس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کو بھی فراموش نہیں کرتے۔

***

[۲] یہ مثال ان کافر منکرین حق کی ہے جو اپنے باطل مذاہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں عمر بھر اعمال صالح بجالاتے رہتے ہیں اور آخرت میں خدا سے اس کی رضا کے امیدوار رہتے ہیں۔ پھر آخرت میں سخت مایوسی کا سامنا کریں گے یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے بارے میں اتری جو زمانہ جہالت میں تو عبارت کیا کرتا تھا اور دین حق کا طلبگار بھی تھا مگر جب اسلام آیا تو کافر ہو گیا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۲)

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

سمندر میں اندھیرے (ہی اندھیرے ہوں)۔ پھر اُس پر لہر پر لہر اور موج پر موج آ آ کر چھائے جا رہی ہو۔ پھر اُس کے اُوپر (کالا) بادل بھی ہو (غرض اِس طرح) اندھیروں پر اندھیرے اور تاریکیوں پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہوں (اَیسے اندھیرے کہ) جب کوئی اَپنا ہاتھ نکالے تو اَپنے ہاتھ کو بھی نہ دیکھ سکے۔ (غرض) جسے اللہ ہی ہدایت کی رَوشنی نہ بخشے اُس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہوتی (یعنی جو شخص اللہ ہی سے ہدایت کی روشنی نہ مانگے تو اُس کو بھلا کون ہدایت کی رَوشنی بخش سکتا ہے، کیونکہ سارا ظہورِ حقائق تو خدا کے نُور ہی کی بدولت ہے[1] ﴿۴۰﴾ ع

رکوع ۵

کیا تم نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

محققین نے نتیجہ نکالا کہ اعمالِ خیر کے سود مند ہونے کے لئے اسلام، ایمان اور سچی نیت ضروری ہے، یہ کہنا بالکل ہی غلط ہے کہ "اصل چیز عمل ہے۔ بلکہ اصل چیز نیت عمل اسلام اور ایمان ہے اس کی حیثیت وہی ہے جو کسی درخت کے بیج کی ہوتی ہے اب کوئی احمق یہ کہے کہ بیج اصل چیز نہیں بس درخت اصل چیز ہے تو اسے دنیا کا احمق ترین انسان ہونے کا تمغہ دیا جا سکتا ہے (ملخص از تفسیر فصل الخطاب)

***

[1] یہ مثال ان کافروں کی ہے جو ملحد یا لامذہب ہیں جو آخرت کو بھی نہیں مانتے۔ ان کی زندگی کے اندھیروں کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور وہ پرندے بھی صف باندھے، پر پھیلائے خدا
کی تسبیح کرتے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح
کا طریقہ خوب جانتا ہے۔[1] یہ سب جو کچھ بھی کرتے
ہیں اللہ اُسے خوب اچھی طرح سے جانتا ہے (۴۱)
(کیونکہ) آسمانوں اور زمین کی حکومت اور سلطنت
(صرف) اللہ ہی کے لئے ہے اور (سب کے سب کو
بالآخر) اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے (۴۲)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو آہستہ
آہستہ چلاتا ہے، پھر اُس کے ٹکڑوں کو جمع کرتا
ہے۔ پھر اُسے سمیٹ کر، تہہ بہ تہہ کر کے اُنھیں
گھرے اور گھنے بادل بنا دیتا ہے۔ پھر تم دیکھو گے
کہ بڑی بڑی بوندیں اُس کے اندر سے نکلتی ہیں
پھر خدا اُس بادل کو پہاڑوں کی بلندی سے نیچے

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۴۱)
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۴۲)
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ
يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

[1] ہر قسم کی موجودات اپنے مرتبے اور وجود کے مطابق خدا کی تسبیح کرتی ہیں پرندہ پرستی جاہل قوموں کا دستور رہا ہے۔ باز، عقاب، طوطا، نیل کنٹھ، ہنس، شکرہ اور کتنے ہی پرندے خوب پوجے جا چکے ہیں۔ یہ تعلیم ان سب کی رد ہے (ماجدی)

"پر پھیلائے یا" پر کھولے " سے فقہا نے نتیجہ نکالا ہے کہ نماز کا صحیح طریقہ ہاتھ کھول کر پڑھنا ہے اور " صف باندھنے سے نتیجہ نکالا کہ نماز جماعت عبادت کا افضل طریقہ ہے۔

لفظ " صلواۃ " کا استعمال جب اللہ کے لئے ہو تو اس کے معنی اللہ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہے۔ جب یہی لفظ ملائکہ کے لئے استعمال ہو تو مطلب یہ ہے کہ ملائکہ مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر یہی لفظ مومنین کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی طلب رحمت کے لئے دعا مانگنا ہوتا ہے اور جب یہ لفظ کیڑے مکوڑوں، پرندوں کے لئے استعمال ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں بزبانِ حال خدا کی شان اور پاکیزگی کو بیان کرتی ہیں۔

***

اُتارتا ہے، جس میں اولے ہوتے ہیں۔ پھر اُن اولوں کو جس پر چاہتا ہے گِراتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اُن اولوں سے بچا لیتا ہے۔ نزدیک ہے کہ اُس بادل کی بجلی کی چمک نگاہوں کی طاقت ہی کو ختم کر کے رکھ دے[1] (۴۳) وہی خدا رات اور دن کو پلٹے کِھلاتا ہے (یا) رات اور دن کے اُلٹ پھیر وہی کر رہا ہے۔ حقیقتاً اِس میں آنکھ کھولنے کا سامان اور سبق ہے، نِگاہ رکھنے والوں کے لئے (۴۴)

اور اللہ نے ہر جاندار، ہر چلنے پھرنے والی مخلوق کو ایک ہی طرح کے پانی سے پیدا کیا ہے۔ (مگر اِس کے باوجود) کوئی ہے کہ پیٹ کے بَل چل رہا ہے، اور کوئی دو پیروں پر، اور کوئی ہے کہ جو چار پیروں پر چل رہا ہے۔ غرض اللہ جو چاہتا ہے پیدا

يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۴۳)

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۴۴)

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ

---

[1] امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

"خدا نے بادلوں کو برسات کی چھلنیاں قرار دیا ہے وہ اولوں کو پگھلا کر پانی بنا دیتے ہیں تاکہ جس تک پہنچے اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ اولے اور بجلی ایک طرح کا عذاب ہے جس کے ذریعے خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے تکلیف پہنچاتا ہے"۔

نیز فرمایا کہ اولے مت کھاؤ کیونکہ خدا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔

"پھر ان اولوں کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۳ بحوالہ کافی)

غرض خدا اپنی مشیت تکوینی کے عجائب و غرائب ہر لحظہ اور ہر آن دکھاتا ہی رہتا ہے۔ پس دیکھنے کے لئے چشم بینا چاہیے بقول انیس۔

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

پہاڑوں کا لفظ عربی محاورے میں کثرت اور عظمت کے لئے بھی آتا ہے (جیسا کہ اردو میں کہتے ہیں کہ وہ دولت کا پہاڑ رکھتا ہے) (بحر)

* * *

www.drhasanrizvi.org

کرتا ہے۔ حقیقتاً اللہ ہر چیز پر قادر ہے[۱] (۴۵)

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے صاف اور واضح

طور پر حقیقتوں پر سے پردہ اُٹھانے والی، حقیقتوں

کو نمایاں کرنے والی آیتیں[۲] اُتار دی ہیں۔ آگے اللہ

جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا

کرتا ہے (۴۶)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ اور رسولؐ کو

دل سے مان لیا اور ہم نے اِطاعت قبول کی۔ مگر

اِس کے بعد اُن میں کا ایک گروہ (اِطاعت) سے

مُنہ موڑ لیتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز اِیمان والے نہیں

ہوتے (۴۷) جب بھی اُنھیں اللہ اور رسولؐ کی طرف

بُلایا جاتا ہے تاکہ رسولؐ اُن کے آپس کے مقدّمات

کا فیصلہ کر دیں، تو اچانک اُن میں کا ایک فریق

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ

مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾

---

[۱] اس آیت کے عام معنی یہی سمجھے گئے کہ آغاز تخلیق پانی سے ہوا۔ یہ معنی بھی لئے گئے ہیں کہ (۲) بقائے حیات پانی سے وابستہ ہے (۳) لیکن یہاں پانی کا لفظ بطور جنس آیا ہے۔ اس لئے بعض مفسرین نے پانی سے مراد "پانیوں" لیا ہے

(تفسیر علی بن ابراہیم)

(۴) بعض مفسرین نے پانی سے مراد نطفہ لیا ہے جو ہر فرد کا الگ الگ ہوتا ہے (تفسیر تبیان، تفسیر مجمع البیان)

***

[۲] "آیات بینات" کا مطلب واضح دلیلیں اور نشانیاں لیا گیا ہے (تفسیر مجمع البیان)

اور وہ آیتیں اور حقیقتیں بھی جو حقائق کو نمایاں کر کے واضح کرنے والی ہوں۔ (تفسیر تبیان)

***

کترا کر الگ ہو جاتا ہے ﴿۴۸﴾ لیکن اگر حق (کے ماننے)
میں اُن کا فائدہ ہوتا ہے، تو وہ رسولؐ کے پاس
سر جھکائے ہوئے، بڑے اِطاعت گزار اور اِطاعت
شعار بنے ہوئے آجاتے ہیں[١] ﴿۴۹﴾ کیا اُن کے دلوں میں
(منافقت کی) بیماری ہے؟ یا وہ شک میں پڑے
ہوئے ہیں؟ یا وہ اِس بات سے ڈرتے ہیں کہ
اللہ اور اُس کا رسولؐ اُن پر ظلم اور زیادتی کرے
گا؟ نہیں، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہی لوگ خود
ع ٦ / ١٢ ظلم اور زیادتی کرنے والے ہیں[٢] ع ﴿۵۰﴾
اِیمان والے (تو وہ ہوتے ہیں کہ) جب اُنھیں
اللہ اور پیغمبرؐ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسولؐ اُن
کے مقدّمہ کا فیصلہ کر دیں، تو وہ کہتے ہیں کہ "ہم
نے سُن لیا اور مان لیا۔" تو یہی لوگ دین و دُنیا

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۹﴾
أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۵۰﴾ ع ١٢
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ

---

[١] یعنی جب ان کا حق کسی اور کے ذمہ نکلتا ہے اور یہ خود مظلوم ہوتے ہیں تو روتے گڑگڑاتے رسولؐ کی خدمت میں آجاتے ہیں۔ اس اطمینان پر کہ وہاں تو حق ضرور ملے گا۔ مگر جب خود کسی کا حق مارتے ہیں تو رسولؐ کے پاس بلانے پر بھی نہیں آتے۔

فقہا نے نتیجہ نکالا کہ اگر حاکم شریعت بلائے تو حاضری ضروری ہے (ابن عربی، جصاص)

***

[٢] ایمان کے خلوص کی علامت یہ ہے کہ وہ بے لوث ہو لیکن جب اس میں خود غرضی داخل ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان دل میں جاگزیں نہیں منافقین صرف اس وقت رسولؐ کو حاکم بناتے ہیں جب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ ان کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا تو رسولؐ سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آج اگر علماء دین کا فتویٰ ان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے تو مان لیتے ہیں لیکن جب فیصلہ ان کی خواہش سے ٹکراتا ہے تو تقلید یا فتوے سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

کی حقیقی اَبدی بھرپُور کامیابی اور ہر طرح کی بہتری حاصل کرنے والے ہیں[۱] (۵۱) (اِس لئے) جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اِطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے، تو وہی لوگ کامیاب اور بامراد ہیں[۲] (۵۲)

اور وہ لوگ اَپنی طاقت بھر اللہ کے نام کی بڑی اور کڑی قسمیں کھاتے ہیں کہ " اگر آپؐ اُنھیں حُکم دیں گے تو وہ ضرور (جہاد کے لئے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں گے"۔ آپؐ کہیئے کہ (بَس اِتنی) قسمیں بھی نہ کھاوَ۔ یہ تو اِطاعت کا عام اور اوّلین تقاضا ہے (کہ حُکم ملنے پر حُکم پُورا کیا جائے) (یا) اِتنی قسمیں نہ کھاوَ، تمھاری اِطاعت کا حال ہم خُوب جانتے ہیں[۳]۔ تمھاری حرکتوں، کرتُوتوں (کا سَب

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

---

[۱] حضرت اِمام محمد باقرؑ نے روایت فرمائی کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ ساری (آیت اولین مرتبے میں) حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۶ بحوالہ تفسیر مجمع البیان و تفسیر قمی)

***

[۲] اِن منافقوں کے مقابلے میں یہ کردار مومنین کا ہے اور یہی کردار ان کی صحت ایمانی اور خلوص کی دلیل ہے۔

***

[۳] (۱) مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت تو خدا کو پسند ہی ہے پھر اس کے اظہار کی کیا ضرورت ہے؟ (تاج العلماء)

(۲) دوسرا مطلب یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حکم پر گھروں سے باہر نکلنا تابعداری کا عام تقاضا ہے یہ کوئی قسمیں کھا کر بتانے کی بات تو نہیں۔ (فصل الخطاب)

(۳) تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم عملی طور پر اطاعت اور اچھی گفتگو کرو تو وہ اس قسمیں کھا کھا کر اقرار کرنے سے کہیں بہتر ہے (تفسیر تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

حال) اللہ کو خوب معلوم ہے (۵۳)

آپؐ تو یہ فرما دیں کہ: "اللہ کی اِطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اِطاعت کرو۔ لیکن اگر اَب بھی تم نے مُنہ پھیرا (تو یہ بات بھی خوب اچھی طرح سے جان لینا کہ) رسولؐ صرف اور صرف اُتنے ہی بوجھ کا ذمّہ دار ہے جتنا بوجھ اُس پر ڈالا گیا ہے اور تم اُس فرض اور بوجھ کے خود ذمّہ دار ہو جس فرض اور ذمّہ داری کا بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے۔ اَب اگر تم رسولؐ کی اِطاعت کروگے تو تم خود ہدایت پا کر سیدھا راستہ حاصل کر لوگے، ورنہ رسولؐ کی ذمّہ داری اِس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف "کھول کھول کر" (اَبدی حقیقتوں اور خدائی پیغامات اور احکامات کو تم تک) پہنچا دے۔[1]

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۵۴)

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "حضور اکرمؐ جن سخت ترین احکام اور کاموں پر مامور کیے گئے تھے ان سب کو انہوں نے ادا کر دیا"

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ فرمایا کرتے تھے۔

"اے قرآن کی تلاوت کرنے والو! اللہ کی اس کتاب کی رو سے جو احکام تمہارے ذمہ عائد کئے گئے ہیں ان کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ سوال مجھ سے بھی ہوگا اور تم سے بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ مجھ سے تو صرف پیغام پہنچانے کے بارے میں سوال ہوگا مگر تم سے ان تمام امور کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی جو کتاب خدا کی رو سے تمہارے ذمہ عائد کئے گئے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۳ بحوالہ کافی)

عرفاء نے کہا کہ "رسولؐ کی اطاعت ہی سے کشف حقائق ممکن ہوتا ہے اور یہی حاصل ہے ہدایت کا"۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ
خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

(اُن کو منوانا اور اُن پر عمل کروانا اُس کا کام نہیں) ﴿۵۴﴾

اللہ کا وعدہ ہے تم میں کے اُن لوگوں سے
جو ایماندار ہیں، اور اَچھّے اَچھّے کام بھی کرتے رہے
ہیں، کہ وہ اُنھیں زمین پر اُسی طرح خلیفہ بنائے
گا جس طرح اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو اُن سے
پہلے تھے۔ اور ضرور اِقتدار عطا کرے گا اُن کے اُس دین
کو جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اور اُن
کی (موجودہ) حالتِ خوف کو حالتِ امن وامان سے
بدل دے گا۔ پس وہ میری بندگی (مکمّل اِطاعت)
کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں[1]۔ اَب
جو اِس کے بعد بھی حق کا اِنکار، کُفر یا کُفرانِ نعمت
کرے، تو یہی لوگ فاسق (یعنی) حد سے گزر جانے
والے بدکار ہوں گے ﴿۵۵﴾ اور (اِس کُفر یا کُفرِ نعمت اور

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ اسلامی حکومت کا اصل مقصد دنیا پر حکومت کرنا نہیں۔ حکومت بالذات مقصود نہیں، حکومت صرف ایک ذریعہ، ایک واسطہ ہوگی اللہ کے پسند کئے ہوئے دین اسلام کی تقویت کا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "یہ آیت ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں اتری ہے اور اس کے حقیقی مصداق امام مہدیؑ ہیں جو آل محمدؐ سے ہوں گے۔"

حضرت امام زین العابدینؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا "خدا کی قسم! اس سے مراد ہم اور ہم آل رسولؐ کے شیعہ --- (یعنی) ہمارے دوست اور پیروکار ہیں۔ جن کے لئے خدا یہ سب کچھ ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس وقت امت کا مہدیؑ ہوگا۔ اسی کے بارے میں حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ "اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ اس دن کو اتنا لمبا کر دے گا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر ہوگا دنیا پر حکومت کرے گا۔ تمام

باقی اگلے صفحہ پر

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

بدکاری سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ) : نماز[۱]
(مراد حقوق اللہ) پابندی کے ساتھ اَدا کرتے رہو۔ اور
زکوٰۃ[۲] (مُراد اِنسانوں کے حقوق) بھی اَدا کرتے رہو۔
اور (ہر[۳] معاملہ میں) اللہ کے رسولؐ کی اِطاعت کرو۔
اِس طرح اُمّید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے (یعنی
تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں ﴿۵۶﴾

رہے وہ لوگ جنھوں نے حق کا اِنکار کیا ہے،
تو اُن کے بارے میں کسی قِسم کی غلط فہمی میں نہ
رہنا کہ وہ زمین میں قابُو سے باہر ہو کر اللہ کو
مجبور یا عاجز کر دیں گے[۱] (یا) زمین میں ہمیں ہَرا
دیں گے۔ اُن کا ٹھکانا تو بہرحال جہنّم ہی ہے۔ اور
کیا ہی بُرا ہے وہ ٹھکانا (ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے
لئے) ﴿۵۷﴾ ع

ع ۷/۱۳

پچھلے صفحہ کا بقیہ

زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۳ بحوالہ کافی و صحیح البخاری)

یاد رہے کہ کاف تسبیہ کا ہے یعنی جس طرح انہیں خلیفہ بنایا تھا جوان سے پہلے تھے" اور قرآن سے یہ بات مسلم طور پر ثابت ہوتی ہے کہ پہلے جو بھی کسی نبی کا خلیفہ بنا وہ خود خدا نے ہی مقرر فرمایا مثلاً حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" جاعل اسم فاعل ہے یعنی "میں خود زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں" حضرت داوٗدؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا پارہ ۲۳ "اے داوٗد میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے لوگ یا شوریٰ نہیں بنا سکتے۔ (ملخص از تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر تبیان۔ فصل الخطاب)

***

[۱] یعنی دنیا میں میرے عذاب سے بچ کر نکل جانے والے اس خبط میں نہ رہیں کہ وہ میری گرفت سے نکل بھاگے ہیں وہ کہیں بھی چلے جائیں میری گرفت سے باہر نہیں نکل سکتے (جلالین)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

اَے اَبدی حقیقتوں کو دل سے ماننے والے ایماندارو! اُن غلاموں کے لئے جو تمھاری ملکیت میں ہوں، اور تمھارے وہ نابالغ بچّے جو ابھی عقل کی حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، اُن پر لازم ہے کہ تین[۳] وقتوں میں تمھارے پاس اِجازت لے کر آیا کریں۔ نمازِ[۱] صبح سے پہلے، اور دو[۲]پہر کو جب تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء[۳] کی نماز کے بعد۔ یہ تین[۳] وقت تمھارے لئے پردے کے اوقات ہیں[۱]۔ اِن اوقات کے علاوہ تم پر اور اُن پر کوئی سختی یا پابندی نہیں ہے۔ تمھیں آپس میں ایک دُوسرے کے پاس بار بار آنا جانا اور چکّر لگانا ہی پڑتا ہے۔ اِس طرح اللہ تمھارے لئے اَپنی آیات، ہدایات، احکامات اور اَپنے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

---

[۱] ایک مسلمان کے گھر کے اندر کی راحت کا کس قدر اہتمام کیا گیا ہے، کیسے کیسے جزئیات تک پر نظر رکھی گئی ہے۔

فقہا نے نتیجہ نکالا کہ خدا کے احکام بندوں کی مصلحتوں اور فوائد پر مبنی ہوتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تمھارے لونڈی غلام (نوکر) اور نابالغ بچے تین وقتوں میں تمھارے پاس اجازت لے کر آئیں اور جو تم میں سے بالغ ہو جائے وہ اپنی ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، یا کسی بھی محرم کے گھر (کمرے میں) بغیر اجازت نہ جائے۔ اور اجازت مانگنے سے پہلے سلام ضرور کرے کیونکہ سلام کرنا خدا کی اطاعت کا اظہار ہے"

نیز امام نے یہ بھی فرمایا کہ "تمھارا نوکر جب بالغ ہو جائے تو ان تین مقررہ وقتوں میں تم سے اجازت ضرور لے۔ خواہ وہ اسی گھر میں رہتا ہو جس میں تم رہتے ہو۔ کیونکہ عشاء کے بعد اور صبح کے وقت اور دوپہر کو تم کپڑے اتار ڈالتے ہو

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٨﴾
وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا
اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٩﴾

اِرشادات کو کھول کھول کر، صاف صاف وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ (کیونکہ) اللہ سب کچھ جاننے والا (علیم) اور گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک سُوجھ بُوجھ کے ساتھ کام کرنے والا (حکیم) ہے ﴿٥٨﴾

اور جب تمھارے بچّے بالغ ہو کر عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو اُنھیں اُسی طرح اِجازت لے کر آنا چاہیئے جیسے اُن کے بڑے اِجازت لیتے رہے ہیں۔ اِس طرح اللہ اَپنے احکامات، اِرشادات اور آیات کو تمھارے لئے واضح کرکے کھولتا ہے اور اللہ سب کچھ اَچھّی طرح سے جاننے والا اور عقل و حِکمت اور گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے ﴿٥٩﴾

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اس لئے ان کا تمھارے پاس اجازت لے کر آنا لازمی ہے۔ خدا نے یہ اوقات تمھاری خلوت و عزت کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۴ بحوالہ کافی)

پردے کے عام حکم کے بعد اب گھر کے اندر کے افراد کے لئے حکم دیا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ نابالغ بچوں کو بھی پردے کی تاکید کی جارہی ہے ان کو بھی یہ آزادی نہیں کہ جب تم شب خوابی کے عالم میں یا لباس میں ہوتے ہو تو وہ تمھارے پاس آئیں۔ مائیں، بہنیں، محرم عورتیں سب اس حکم میں داخل ہیں (تفسیر علی ابن ابراہیم۔ تفسیر فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

اور وہ بڑی بُوڑھیاں جو جوانی سے گزری بیٹھی ہیں اور نکاح کی اُمّید وار بھی نہیں، تو اگر وہ اپنی چادریں (یا) اُوپر کا دوپٹّہ اُتار کر رکھ دیں، تو اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ سج بَن کر اپنی زِینت کی نمائش نہ کریں (یا) آرائش کرکے اِدھر اُدھر نہ پھریں۔ اگر وہ پارسائی اور حیاداری سے کام لیں تو یہ اُن کے لئے کہیں بہتر ہے[1]۔ (یاد رکھنا کہ) اللہ سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے (۶۰)

اِس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر کوئی اندھا لنگڑا یا مریض (کِسی کے گھر سے کچھ کھالے) اور نہ اِس بات میں کوئی حرج ہے کہ تم خود اپنے گھروں سے کچھ کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے (کھالو)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ
عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ
وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰
لَيْسَ عَلَي الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا
عَلَي الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ

---

[1] یعنی نامحرم کے سامنے اس طرح آ سکتی ہیں کہ ان کے جسم پر اوپر کی چادر یا برقع لپٹا نہ ہو۔ (ابن عربی)

اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں جن کو حیض کا آنا ختم ہو چکا ہے اور جو نکاح کے قابل نہیں رہیں۔ وہ اگر اپنی نقاب یا برقع اتار دیں تو کوئی حرج نہیں حالانکہ اگر نہ اتاریں تو بہتر ہے (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۴ بحوالہ تفسیر قمی)

یعنی بڑھاپے کی وجہ سے جنسی میلان کا تصور ہی نہیں رہا (مجمع البیان)

ملاحظہ فرمائیں کہ ایسی عورتوں کو بھی پارسائی اور حیاداری یعنی اوپر کا لباس نہ اتارنے کو ترجیح دی جا رہی ہے تو خدا کی نگاہ میں جوان لڑکیوں کا نیم برہنہ ہو کر محفلوں اور بازاروں میں آزادی سے پھرنا کس قدر ناگوار ہوگا (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ
اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ
اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ
تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ع

یا اپنی ماں اور نانی کے گھروں سے (کھالو) یا اپنے بھائیوں، بہنوں، چچاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں، خالاؤں کے گھروں سے کھاؤ۔ یا اُن گھروں سے جن کی چابیاں تمھارے ہاتھ میں ہیں۔ یا اپنے دوستوں کے ہاں سے (کھالو)۔ اِس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم مِل جُل کر اِکٹھّا کھاؤ یا الگ الگ[۱]۔ البتّہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے آدمیوں پر سلام کیا کرو۔ یہ دُعا کے طور پر اللہ کی طرف کا پاک، مبارک اور عمدہ تحفہ ہے۔ اِس طرح اللہ اپنی آیتیں، ہدایتیں اور حقیقتیں واضح طور پر کھول کھول کر پیش کرتا ہے، تاکہ شاید تم عقل سے کام لو ﴿٦١﴾ ع

اِیماندار یا مومن تو اصل میں وہی لوگ

---

[۱] عرب جاہلیت میں کھانے پینے میں ایک ہلکی سی شکل کمیونزم (اشتمالیت) کی تھی۔ دستور یہ تھا کہ جو جس کے یہاں پہنچ جاتا بے تکلفی سے جو ملتا کھانا شروع کر دیتا یہاں تک کہ نوبت یہ ہوتی کہ گھر والے محروم رہ جاتے۔ جب خدا نے اس سے روکا۔ تو بہت سے محتاط مسلمان بہت زیادہ احتیاط کرنے لگے۔ اس شدّتِ احتیاط کو توڑنے کے لئے یہ آیت اتری (تفسیر کبیر امام رازی)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "اہل مدینہ اسلام لانے سے پہلے اندھوں، لنگڑوں اور بیماروں کو اپنے سے الگ کر دیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتے۔ کیونکہ انصار میں تکبر اور ذاتی عزت کا بڑا خیال تھا جب آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو آپ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ "تم پر کوئی گناہ نہیں تم سب اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۷ بحوالہ تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو دل سے مانتے ہیں، اور جب رسولؐ کے پاس (کسی ایسے) کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (تو گھر واپس نہیں جاتے، جب تک کہ آپؐ سے اجازت نہ لے لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آپؐ سے اِجازت طلب کرکے جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو واقعاً دِل سے ماننے والے اِیماندار ہیں۔ تو جب وہ آپؐ سے اپنی کچھ ضروریات کی وجہ سے اِجازت مانگیں، تو اُن میں سے جسے چاہیں اِجازت دے دیا کریں۔ اور اُن کے لئے اللہ سے معافی اور رحمت کی دعا بھی کیا کریں۔[1] حقیقتاً خدا بڑا ہی معاف کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ﴿٦٢﴾

---

[1] حاصل یہ ہے کہ اجازت لینا ایمان کی دلیل ہے منافق اجازت نہیں لیتے (تھانوی)

فقہاء اور محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا نے کچھ احکامات رسولؐ کی مرضی پر چھوڑ دیئے تھے (بیضاوی)

اور خدا کا یہ فرمانا کہ اجازت لے کر جانے والوں کے لئے بھی "اللہ سے معافی طلب کریں" بتاتا ہے کہ ایسے موقعوں پر اجازت لے کر جانا بھی نامناسب کام ہے کیونکہ اس طرح وہ ذاتی کام کو اجتماعی کام پر ترجیح دے رہے ہیں (فصل الخطاب)

مقصد یہ ہے کہ جب رسولؐ کسی اہم مشورے یا کام کے لئے مومنین کو بلاتے ہیں تو مومنین کی شان یہ ہوتی ہے کہ بغیر رسولؐ کی اجازت کے کسی صورت میں نہیں جاتے۔ اگر انہیں کوئی ضروری کام ہوتا ہے تو اجازت لے کر جاتے ہیں۔ اگر رسولؐ اجازت نہیں دیتے تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ مگر منافقین کو جیسے ہی موقع ملتا ہے چپکے سے کھسک جاتے ہیں (تفسیر کبیر عن الضحاک)

***

www.drhasanrizvi.org

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾
اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ

تم لوگ اَپنے درمیان رسولؐ کے بُلانے کو اَیسا نہ سمجھ لو جیسے تم آپس میں ایک دُوسرے کو بُلاتے پُکارتے ہو (یعنی) رسولؐ کے بُلانے کو عام آدمیوں میں سے کِسی کو بُلانا نہ قرار دوؐ[1]۔ (یا) رسولؐ کی دُعا کو آپس کے عام آدمیوں کی سی دُعا نہ سمجھو۔ اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خُوب جانتا ہے جو ایک دُوسرے کی آڑ لے کر چُپکے سے کِھسک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو (خدا سے) ڈرتے رہنا چاہئیے کہ (دُنیا ہی میں) وہ کسی اور اِمتحان، فتنہ یا بَلا میں نہ پڑ جائیں، یا اُن پر کوئی سخت تکلیف دینے والی خدائی سزا نہ آپہنچے ﴿۶۳﴾ (اُن کو) معلوم ہونا چاہئیے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کا ہے۔

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ حضور اکرمؐ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ یوں نہ پکارو "یا محمدؐ یا "یا ابوالقاسم" بلکہ "یا نبی اللہ" یعنی (اے اللہ کے نبیؐ) یا رسول اللہ (اے اللہ کے رسولؐ) کہہ کر پکارا کرو" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۶ بحوالہ تفسیر قمی)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ یہ حکم رسولؐ کے اہل بیتؑ کے لئے نہیں غیر لوگوں کے لئے ہے کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب فاطمہ زہرا حضور اکرمؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور "یا ابتاہ" (اے بابا) کے بجائے "یا رسول اللہؐ" کہہ کر خطاب فرمایا۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ " یہ حکم تمہارے لئے نہیں " (المناقب)

عام آدمیوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ رسول اللہؐ کو نام یا نسب کے ساتھ عام آدمیوں کی طرح نہ پکاریں بلکہ آپ کو آپ کے منصب اور القاب کے ذریعہ خطاب کریں اور اس طرح آپ کی تعظیم بجالائیں (تفسیر علی ابن ابراہیم)

* * *

www.drhasanrizvi.org

أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا
عَمِلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ ع

اور تم نے جو (طریقۂ زندگی) اختیار کیا ہے اُس
کو خدا خوب جانتا ہے۔ اور جس دن وہ لوگ
خدا کی طرف پلٹیں گے تو خدا انھیں (وہ سب
کچھ) بتلا دے گا جو کچھ کہ وہ (دُنیا میں) کرتے رہے
تھے۔ (کیونکہ) اللہ تو ہر چیز سے خُوب اَچھّی طرح
واقف ہے [1] ع ﴿۶۴﴾ ۹ع۱۵

آیاتہا (۷۷) سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) رکوعاتہا (۶)

آیات ۷۷ سورۂ فرقان مکیّ رکوعات ۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ

فرقان (یعنی) حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والے
فیصلہ کا سورہ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب
کو فیض اور فائدے پہنچانے والا مسلسل بیحد رحم کرنے والا ہے
نہایت مبارک [2] (یعنی) اپنے کمالِ ذات کے ساتھ

---

[1] یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارا ایمان دل میں ہے یا نمائشی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم نیک عمل ہو یا بد عمل۔ ان تمام باتوں سے خدا خوب واقف ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

***

[2] تبارک - بابرکت ہے وہ ذات - اس کے معنی اپنے کمال ذات و صفات کے ساتھ قائم و برقرار ہے جس طرح اردو میں ہم کھانے یا مال کے بارے میں کہتے ہیں کہ خدا برکت دے - یعنی قائم رکھے - نیز برکت کے معنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں اس معنی میں خدا اس طرح بابرکت ہے کہ وہ نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے (ملخص از تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾
الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَمۡ یَتَّخِذۡ
وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ خَلَقَ کُلَّ
شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا ﴿۲﴾
وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِـہَۃً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ

قائم و برقرار ہے وہ (خدا) جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اَپنے بندے پر اُتاری تاکہ وہ بندہ تمام دُنیا جہان والوں کے لئے[1] خبردار کرنے والا، غفلت اور گمراہی کے بُرے نتائج سے ڈرانے والا ہو ﴿۱﴾ (یہ قرآن اُس نے اُتارا ہے) جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اور جس نے کِسی کو اَپنا بیٹا نہیں بنایا ہے۔ اور جس کے ساتھ اُس کی بادشاہت، حکومت اور مملکت میں قطعاً کوئی شریک نہیں۔ اُس نے ہر چیز کو پیدا بھی کیا اور ہر چیز کو ایک خاص اندازے پر بھی رکھا (یا) ہر چیز کا بالکل ٹھیک ٹھیک پیمانہ مقرّر کیا[2] ﴿۲﴾ جب کہ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر اَیسے اَیسے خدا بنا لئے جو کِسی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ تو خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور[3]

۱؎ آیت کے آخری لفظ سے معلوم ہو کہ قرآن کی مخاطب ساری دنیا ہے کوئی مخصوص قوم نہیں۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ کوئی نسلی، قومی یا وطنی مذہب یا حوالہ نہیں بقول اقبال۔

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

***

۲؎ حضرت امام رضا نے فرمایا۔

"اجل۔ رزق۔ زندگی کی بقاء موت کی حدوں کا مقرر کرنے کا نام "تقدیر" ہے

پھر امامؑ سے پوچھا گیا کہ "قضاء" کیا ہے تو فرمایا "ہر امر مقدر کا واقع ہونا قضا ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۶ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

۳؎ محققین نے نتیجہ نکالا کہ جس طرح جبر محض کا عقیدہ غلط ہے اسی طرح اختیار محض کا نظریہ بھی غلط ہے۔ کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب خدا کی مشیت تکوینی کے مطابق ہو رہا ہے اور انسان اپنے اعمال میں خود مختار ہے۔ اس کے اعمال اختیاری ہیں اور یہ بھی خدا کی مشیت کا ہی نتیجہ ہے۔ یونان کے مشرک فلسفی تقدیر الٰہیٰ کے منکر تھے اور انہی کی حکمت سے مرعوب ہو کر بہت سے یہودی فرقے بھی تقدیر کے منکر ہو گئے جو ایک گمراہی ہے (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا
نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا
نُشُوْرًا ﴿۳﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَ
اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ
زُوْرًا ﴿۴﴾
وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾
قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

نہ ہی وہ اَپنے کسی نُقصان پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ اَپنے کسی فائدے پر۔ اور نہ موت پر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی پر، اور نہ دوبارہ (زندہ ہوکر) اُٹھائے جانے پر[1] ﴿۳﴾ اور جن لوگوں نے حق بات کو ماننے ہی سے اِنکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "یہ (قرآن یا فرقان) کچھ بھی تو نہیں ہے سِوا ایک جھُوٹ کے جسے اِس شخص (رسولؐ) نے گھڑ لیا ہے اور کچھ دُوسرے لوگوں نے بھی (اِس کو گھڑنے میں) اُس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھُوٹ ہے، جو یہ لوگ لے کر آئے ہیں[2]" ﴿۴﴾ اور پھر اُنھوں نے کہا: "یہ پُرانے لوگوں کی لِکھی ہوئی چیزیں ہیں (یا) یہ پُرانی داستانیں ہیں جنھیں اُس نے لِکھوا لیا ہے[3]۔ اور وہی اُس شخص کو صبح و شام پڑھ کر سُنایا جاتا ہے" ﴿۵﴾ آپؐ اُن سے فرما دیں کہ "اِسے اُتارا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین

---

[1] اس کی تشریح کے لئے پچھلے صفحہ کے نوٹ نمبر ۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

***

[2] یہی جاہلانہ، ظالمانہ، الزام اج بھی سینکڑوں مسلم دشمن ملحد مستشرقین اپنی کتابوں میں بار بار دہرائے چلے جا رہے ہیں اور اپنی اس جہالت کو روشن خیالی قرار دے رہے ہیں کہ معاذ اللہ محمدؐ بڑے ذہین زیرک اور انتہائی ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے معاذ اللہ وقتی مصلحتوں کے پیش نظر ایک بہت ہی اثر انگیز کتاب گڑھی اور خدا کی جانب منسوب کر کے عربوں کی کایا پلٹ دی۔ (ماجدی)

***

[3] املاء یعنی لکھوانا یا سنوایا جانا یا املاء کرانا کہ استاد بولتا جائے پڑھتا جائے اور شاگرد لکھتے اور پڑھتے جائیں یہ مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٦﴾
وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي
فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ
نَذِيرًا ﴿٧﴾
أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ
مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُورًا ﴿٨﴾
انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کے رازوں سے واقف ہے۔ حقیقتاً وہ بڑا معاف کرنے
والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے"[1] ﴿٦﴾
پھر اُنھوں نے کہا: "یہ کیسا رسولؐ ہے جو کھانا
بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ کیوں
نہ اِس پر کوئی فرشتہ اُتارا گیا کہ وہ اُس کے ساتھ ساتھ
(اُس کے نہ ماننے والوں کو) ڈرانے دھمکانے والا ہوتا[2] ﴿٧﴾
یا پھر اُس پر کوئی خزانہ اُتارا جاتا۔ یا پھر اُس کے لئے
ایک گھنا باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا پیتا۔" پھر اُن
ظالموں نے کہا: "تم لوگ ایک جادُو کئے ہوئے
آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو" ﴿٨﴾ بس دیکھ لیجئے کہ یہ لوگ آپؐ
کے لئے کیسی کیسی عجیب و غریب باتیں، مثالیں اور حُجتیں
بیان کرتے ہیں۔ وہ تو ایسے بہکے اور ایسے گمراہ ہوئے ہیں
کہ اب سیدھے راستے پر آنے کی قدرت ہی نہیں رکھتے

---

[1] محققین نے لکھا کہ خدا کا آخر میں خود کو غفور و رحیم کہنا بتاتا ہے کہ صرف کفار ہی نہیں بعض منافق مسلمان بھی تھے جو رسول اکرمؐ کے بارے میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں کہتے تھے۔ اس لئے خدا نے خود کو غفور و رحیم کہا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو خدا ان کی اس قدر بڑی غلطی کو بھی معاف کر دے گا (فصل الخطاب)

***

[2] اسلام کی بنیاد خوارق عادات و معجزات نہیں بلکہ اسلام دین فطرت ہے اس لئے فطری زندگی کو سراہتا ہے ۔ راہبانہ زندگی کو پسند نہیں کرتا۔

فقہا نے نتیجہ نکالا کہ آیت نے بازاروں میں گھومنے پھرنے کو غیر مکروہ قرار دیا۔ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ یہ عوامی تصور بالکل غلط ہے کہ خدا کی بارگاہ میں مقبولیت کا معیار عجائب و خوارق کشف و کرامات ہیں بقول شاعر۔

کل میکدہ میں تھی جو کوئی بے خودی کی بات
مسجد میں جا کے کشف و کرامات ہو گئی

***

سَبِيۡلًا ۝۹

تَبٰرَكَ الَّذِيۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ
جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ وَيَجۡعَلۡ لَّكَ
قُصُوۡرًا ۝۱۰
بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ
بِالسَّاعَةِ سَعِيۡرًا ۝۱۱
اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا
وَّزَفِيۡرًا ۝۱۲

(یا) یہ تو ایسے بہکے ہیں کہ اب کوئی ٹھکانے کی بات ہی اُن
کو نہیں سُوجھتی [1] ⑨
بڑی عالی شان، بابرکت (یعنی) از خود قائم اور برقرار
ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو اُن کی کہی ہوئی چیزوں سے
بھی کہیں زیادہ اور بہتر چیزیں تم کو دے دے (ایک
نہیں بلکہ) کئی کئی جنّت کے ایسے باغات، جن کے نیچے سے
نہریں بہتی ہوں اور بڑے بڑے عالی شان محلّات ⑩ بلکہ
(اصل بات یہ ہے کہ) اُنھوں نے قیامت کے وقت کو جھٹلا دیا
ہے۔ اور ہم نے یہ کیا ہے کہ جو بھی قیامت کے وقت کو
جھٹلائے، اُس کے لئے جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ بالکل تیّار
کر رکھّی ہے ⑪ وہ آگ جب دُور سے اُن کو دیکھے گی تو
وہ لوگ اُس کے غیظ و غضب کی شدید چنگھاڑ اور بہت
تیز جوشیلی آوازیں (خود) سُن لیں گے ⑫ اور جب وہ

۱ ع ۹ ۱۴

---

[1] خدا اپنے رسولؐ کو بتا رہا ہے کہ یہ گمراہ لوگ آپ کا انکار کر کے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ایک نبوت کی حقیقت کو نہ ماننے کے نتیجہ میں کتنی بے سروپا احمقانہ باتوں کو ماننے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ۔

• سبیل یعنی سیدھا راستہ سے مراد علیؑ ابن ابی طالب بھی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ (جو علیؑ کے مرتبہ کے منکر ہیں) حضرت علیؑ کی ولایت (سرپرستی، محبت اور رہنمائی) قبول کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکیں گے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۶ بحوالہ تفسیر قمی)

آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان کافروں کا بدل بدل کر باتیں کہنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ وہ رسولؐ کے خلاف کیا معقول بات کہیں۔ اس لئے بدل بدل کر الٹی سیدھی باتیں بناتے تھے۔ غرض انہیں اپنی مخالفت کے لئے کوئی معقول راستہ نہ ملتا تھا (تفسیر تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

وَإِذَآ أُلْقُوا۟ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا۟ هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾

لَّا تَدْعُوا۟ ٱلْيَوْمَ ثُبُورًا وَٰحِدًا وَٱدْعُوا۟ ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾

قُلْ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ ٱلْخُلْدِ ٱلَّتِى وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَمَصِيرًا ﴿١٥﴾

ٹھونسے جائیں گے اُس کی کسی تنگ جگہ میں، لوہے میں اَچھّی طرح جکڑے ہوئے، ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے، تو اُس وقت یہ لوگ خُوب ہائے واویلا کر کے اپنی مَوت کو پُکاریں گے (۱۳) (اُس وقت اُن سے کہا جائے گا) آج ایک مَوت نہیں، بلکہ بہت سی مَوتوں کو پُکارو (پھر بھی یہاں سے بَچ کر نکل نہیں سکو گے)[۱] (۱۴)

اُن سے پوچھیے: "یہ انجام اَچھا ہے یا وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنّت کے گھنے سرسبز و شاداب باغات، جس کا وعدہ خدا سے ڈرنے والے اور اُس کی ناراضگی سے بچنے والے "متّقین" سے کیا گیا ہے۔[۲] وہی جنّت کے باغات اُن کے اعمال کی جزا بھی ہیں، اور اُن کے سفر کی آخری منزل (یا) اُن کا آخری ٹِھکانا بھی (۱۵) اُن کے لئے وہاں ہر وہ چیز ہے جو وہ چاہیں (یا) اُن کی وہاں

---

[۱] مطلب یہ کہ تمھیں ایک نہیں بہت زیادہ قسم کے عذابوں سے معذب کیا جائے گا (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۷)

حضرت زید شہید نے اپنے پدر گرامی حضرت امام زین العابدینؑ سے اس آیت کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "ہر ظالم امام جب اپنے پیروکاروں کے پاس سے جہنم میں گزرے گا تو وہ نام لے لے کر پکاریں گے کہ او فلاں، او مردود تو ہی ہماری ہلاکت کا باعث ہوا۔ اب یہاں آ اور ہم کو اس بلا سے چھڑا۔ پھر وہ بہت روئیں پیٹیں گے اور موت کی تمنا کریں گے اس وقت ان سے یہی کہا جائے گا جو آیت میں کہا گیا ہے"

***

[۲] مقصد یہ ہے کہ اب بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت اور وقت ہے۔ اب بھی یہ حق کے منکر چاہیں تو غور کر لیں کہ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت سزائیں ہیں جو نتیجہ ہیں حق کے انکار اور خدا سے بغاوت کا اور دوسری طرف بے شمار راحتیں ہیں جو نتیجہ ہیں ابدی حقیقتوں کو دل سے ماننے اور خدائی احکامات کی مکمل اطاعت کا (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا ۝١٦

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝١٧

قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

پر ہر خواہش پُوری ہونے کا سامان ہے، وہ بھی وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہوئے۔ اور یہ تمھارے پالنے والے مالک کے ذمّہ ایک ایسا واجب الادا وعدہ ہے جس کے پُورا کرنے کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے[1] ۝۱۶

اور وہی دن ہوگا جب خدا اُن لوگوں کو بھی گھیر گھیر کر جمع کرے گا اور اُن کے خداؤں کو بھی گھیر لائے گا جنھیں یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پُوج رہے ہیں، پھر اُن سے پُوچھے گا: "کیا تم ہی نے میرے اُن بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا وہ خود سیدھے راستے سے بھٹک گئے تھے؟" ۝۱۷

وہ عرض کریں گے: "پاک ہے آپ کی ذات! ہماری تو یہ مجال ہی نہ تھی کہ آپ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا آقا بنا لیں۔ مگر آپ نے اُن (کم بختوں) کو اور اُن کے باپ داداؤں کو خوب خوب مال و دولت اور سامانِ زندگی[2]

---

[1] حضرت ابن عباس نے فرمایا "اللہ نے ان سے جزاء کا وعدہ فرمایا اور وفا کا مطالبہ کیا اور یہ مطلب بھی ہے کہ فرشتے دنیا میں اللہ سے متقین کے لئے جنت کی دعا کرتے ہیں اور خدا آخرت میں ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

اس کے یہ بھی معنیٰ لکھے گئے "خدا کا یہ وعدہ خدا سے پوچھ گچھ کے قابل ہوگا (تاج العلماء)

مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم اور عنایت سے اپنے اوپر یہ اجر لازم کر لیا ہے، اس شدت کے ساتھ کہ اس اجر کی اس سے درخواست بھی کی جا سکتی ہے (تفسیر کبیر امام رازی، بیضاوی)

***

[2] مقصد یہ ہے کہ خدا نے ان کو ہر قسم کی نعمتیں دے کر اسباب شکر فراہم کر دیئے تھے۔ جن کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خدا کی معرفت اور شکر ادا کریں۔ اس کی اطاعت کو زندگی کا سرمایہ قرار دیں مگر ان احمقوں نے ان ہی نعمتوں کو اسباب کفر بنا لیا۔ (ماجدی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿۱۸﴾
فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا
وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿۱۹﴾
وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ
لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا
بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ
ع بَصِيرًا ﴿۲۰﴾

سے نوازا۔ یہاں تک کہ یہ اپنا سبق اور آپ کی یاد دہانیاں تک بھول گئے۔ غرض وہ تباہ و برباد ہونے والے لوگ تھے" ﴿۱۸﴾ (دیکھا) تمہارے (جھوٹے) خداؤں نے خود تمہاری ہی اُن تمام باتوں کو جُھٹلا دیا جو تم بَکا کرتے تھے۔ پھر نہ تو تم اپنی سزا کو ٹالنے اور ہٹانے پر قدرت رکھو گے، اور نہ کہیں سے کوئی مدد ہی پا سکو گے۔ اور اُس پر یہ بھی کہ تم میں سے جِس جِس نے (کسی پر) کوئی ظلم[۱] یا زیادتی کی ہوگی، اُسے تو ہم اپنی بڑی سخت سزا کا خُوب مزہ چکھائیں گے ﴿۱۹﴾ اور آپؐ سے پہلے جو رسولؑ ہم نے بھیجے تھے وہ سَب کے سَب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے، (کیونکہ) ہم نے تم لوگوں کو ایک دُوسرے کے لئے اِمتحان کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ تو کیا تم لوگ صبر و برداشت سے کام لوگے؟ (یاد رکھنا کہ) تمہارا پالنے والا مالک خوب دیکھنے والا ہے ﴿۲۰﴾ ع ۲/۱۱/۱۷

[۱] یہاں ظلم سے مراد "کفر و شرک" ہے۔ (از حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ)۔

آیت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کفار ایسے ہی لوگوں کی عبادت کیا کرتے تھے جو خود اپنی عبادت کرنے والوں سے راضی نہیں تھے جیسے حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیزؑ، اور ائمہ اہلبیتؑ جن کو غالیوں نے لائق عبادت سمجھ لیا تھا (تفسیر تبیان)

لیکن دوسری تفسیر یہ ہے کہ بے جان بت جب جان پا کر باشعور ہو جائیں گے اور ان کو خدا یہ شعور بھی عطا کرے گا کہ ماضی میں ان کافروں نے ان کی عبادت کی تھی تو وہ بھی اس عبادت سے راضی نہ ہوں گے۔ خدا کی قدرت سے بعید نہیں کہ وہ ان بتوں کو کچھ دیر کے لئے شعور عطا فرما دے۔ اور ان سے یہ سوال و جواب ہو۔ اس لئے کہ بعض دوسری آیات قرآنی میں کافروں کے ساتھ ان بتوں کو بھی جہنم میں جھونکے جانے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بتوں سے وہ شعور اور انکا وقتی احساس واپس لے کر ہی ان کے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ بت کسی سزا کے مستحق نہیں۔ (تفسیر مجمع البیان)

محمد اقبال حسینی حنفیہ
ڈپٹی ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر اٹھارہ کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی
نہیں ہے اور زیر، زبر، پیش، جزم وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، مد وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اسکی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

حافظ [illegible]
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

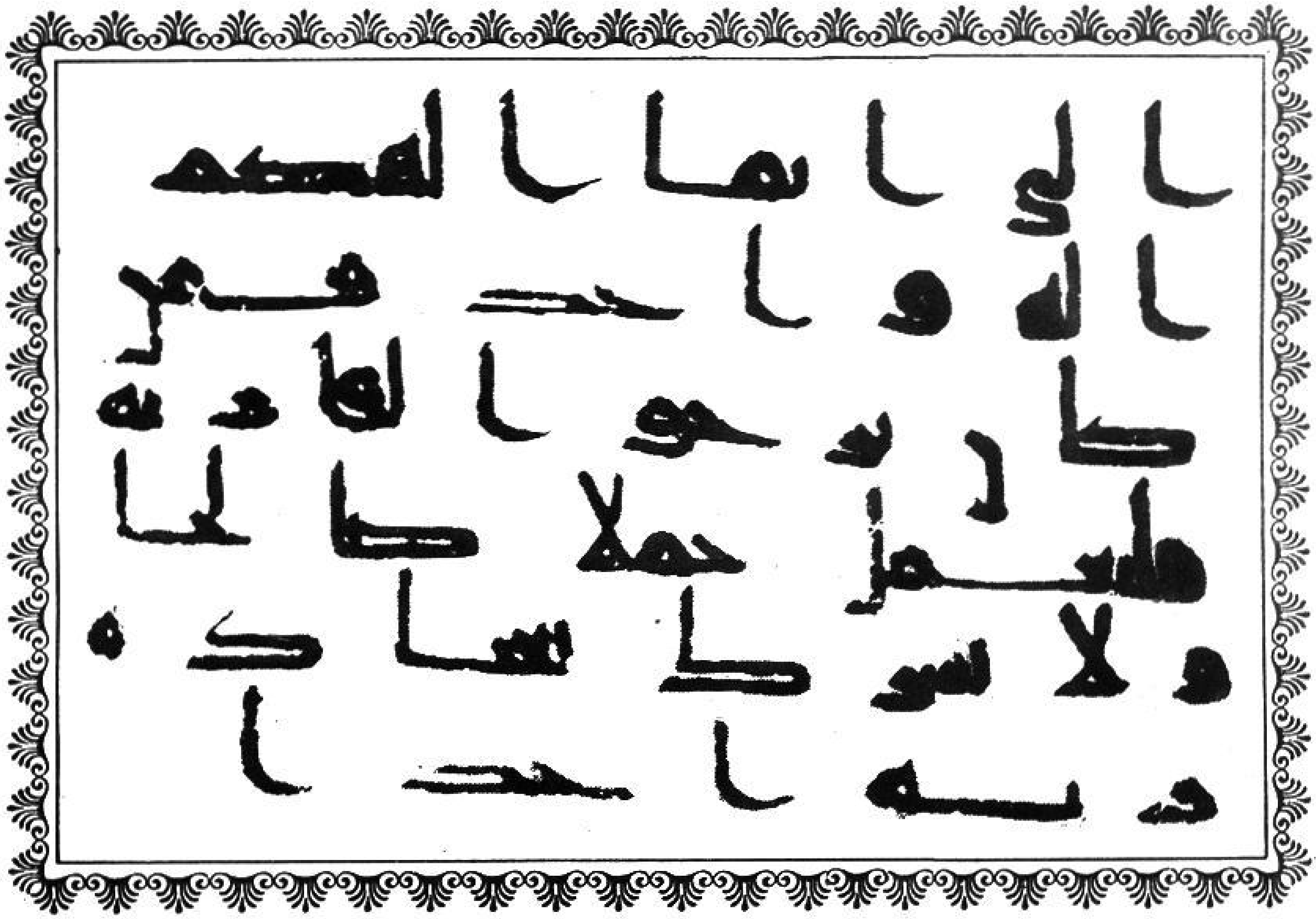

امام باقر علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○ ......" اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○ ......" یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں"

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○ ......" تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی"

(الحدیث)

○ ......" عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔"

(الحدیث)

○ ......" ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے"

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13